فاطمہ زہرا علیہا السلام

رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

جمع و ترتیب:

ابن حسن

معراج کمپنی

بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب:	فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا
مولف:	رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ
جمع وترتیب:	ابن حسن
کمپوزنگ:	انس کمیونیکیشن **0300-4271066**
ناشر:	معراج کمپنی لاہور
زیرِ اہتمام:	ابوظہیر

ملنے کا پتہ

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

0333-5234311

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود وسلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام و رحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصروفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمدللہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خدا کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاءاللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

مذکورہ کتاب دراصل حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے یوم ولادت پر آقائے رہبر معظم کے پیغامات ہیں جو انہوں نے مختلف مقامات اور گروہ سے خطابات کی صورت جاری کئے ہیں، اور یہ تمام پیغامات ان کی ویب سائٹ khamenei.ir سے حاصل کر کے قارئین کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و

اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے اللہ رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت و سربلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور اپنی ذمہ داریاں بہ حسن وخوبی ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔(آمین)

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ

موجودہ نسلوں کو فاطمہ زہرا علیہا السلام اسوہ پر عمل پیرا ہونا چاہئے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب سے پہلے تو میں اس مبارک و مسعود دن کی آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اہل بیت اطہار کی مدح سرائی کرنے والے آپ شعراء و مداحوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ آپ کے یہ پاکیزہ جذبات و احساسات اور آپ کی یہ فکری کاوشیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کریں۔ یہ جذبات بہت قیمتی ہیں، اہل بیت اطہار بالخصوص اس عظیم کنبے کی باعظمت ہستی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی محبت کا موتی بڑا بیش بہا ہے۔ صدف نبوت وولایت کے اس گوہر کا یوم پیدائش، شیعوں آپ کے محبوں اور نسبی وروحانی اولادوں کے لئے بہت بڑی عید ہے۔ ایک شاعر نے ابھی اشارہ کیا کہ اسلام دشمن عناصر نے اس شیریں دن کو عراق و نجف اشرف کے سانحے سے تلخ بنا دیا، یہ حقیقت ہے۔ اللہ کی لعنت ہو ان ظالم، منافق، دروغ گو، حیلہ گر اور تسلط پسند سامراجی طاقتوں پر جن کے نزدیک نہ تو انسانوں کا کوئی مقام واحترام ہے اور نہ عوام کے حقوق کا پاس و لحاظ، ان کی نظر میں نہ تو قوموں کے وقار کے کوئی معنی ہیں اور نہ ممالک کی خودمختاری کی کوئی اہمیت۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ان کی چاپلوسی سے اور ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنا کام نکال سکتا ہے تو یہ بہت بڑی بھول ہے۔ ان کے سلسلے میں مزاحمت و استقامت اور حق پر اصرار کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ان کا جواب مضبوط ارادہ، منطقی و معقول موقف اور بازوئے قوی کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔ آج یہ طاقتیں دنیا کے مسائل میں اسیر ہوکر رہ گئی ہیں۔ وہ چیز جس

کی وجہ سے عراق ان کے لئے گلے کی ہڈی بن گیا جس سے ان کا دم گھٹا جا رہا ہے وہ مٹھی بھر کمزور عراقیوں کا جذبہ ایمانی اور قوت ارادی ہے۔عراقیوں کے پاس نہ پیسہ ہے نہ اسلحہ اور نہ ہی کوئی عالمی حمایت لیکن انہوں نے اپنے عزم محکم اور سعی پیہم کے ذریعے وہ کام کیا ہے کہ تسلط پسند طاقتوں کے خواب چکنا چور ہو رہے ہیں اور عراق تر نوالے کے بجائے گلے کی ہڈی بن گیا ہے۔ میں بار ہا کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں کہ امریکی عراق میں بے بس ہو کر رہ گئے ہیں۔آگے بڑھتے ہیں تو نقصان اٹھانا پڑے گا عقب نشینی اختیار کرتے ہیں تو بھی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا، جب تک ان کا مشن جاری رہے گا انہیں نقصان پہنچتا رہے گا۔ وہ بہت برے پھنسے ہیں۔ جب بھیڑیا کہیں پھنس کر غرانے لگتا ہے تو ممکن ہے کہ اس سے بعض افراد خوفزدہ ہو جائیں یا ممکن ہے کہ اس کے پنجے سے کوئی شخص زخمی ہو جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ پھنسا ہوا ہے۔اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ عالم اسلام کو ان کے شر سے نجات دلائے اور عراق کی مسلمان قوم اور دنیا بھر کے شیعوں اور جملہ مومن و مسلمان اقوام کو اس آہنیں ارادے سے کام لینے کی توفیق دے جس کی ہمیں قرآن دعوت دیتا ہے۔

جہاں تک سوال ہے صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے اوصاف وصفات کا تو ہماری زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔ان کا احاطہ ناممکن ہے۔آپ کے اوصاف و کمالات ہمارے الفاظ کے پیرائے میں آ ہی نہیں سکتے۔البتہ فن شاعری کا یہ کمال ہے کہ وہ کسی حد تک ذہنوں کو آپ کے کمالات کے نزدیک پہنچا دیتا ہے لیکن وہ بھی ان کمالات کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہاں جو شخص اپنے قلب اور کردار کو پاکیزہ بنا لیتا ہے، اپنے جسم و جان کو طاہر بنا لیتا ہے، تقوی و پرہیزگاری اس کے مزاج کا جز بن جاتی ہے، جو خود سازی کرتا ہے اور خود کو ان آلودگیوں سے منزہ کر لیتا ہے جو ہم جیسے افراد کے اندر پائی جاتی ہیں تو پھر اس کی آنکھوں میں خاص بصیرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بہت کچھ دیکھ لیتا ہے لیکن اس مرحلے پر پہنچ کر بھی انسان ان کمالات و اوصاف کو بخوبی بیان نہیں کر سکتا البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہ پاکیزہ دل اور آنکھیں ان مقدس ہستیوں کے انوار کا کسی حد تک احساس کر سکتے

ہیں۔ ہمارے سامنے کچھ علامتیں ہیں مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا آپ کے گھر یا اس جگہ تشریف لاتیں جہاں آپ موجود ہوتے تھے تو آپ ''قام الیہا'' ان کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے تھے اور آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کرتے تھے۔ یہ عظمت کی نشانی اور علامت ہے۔ آغاز اسلام سے اب تک پورا عالم اسلام جس میں شیعہ سنی دونوں شامل ہیں، حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کو عظمت و عقیدت کی نظر سے دیکھتا ہے، یہ بھی ایک علامت ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک امت کے مختلف فرقوں اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے دانشور اور مفکر پوری تاریخ میں ایک محوری ہستی کی مدح سرائی کرتے رہیں مگر یہ کہ وہ ہستی واقعی بے پناہ عظمتوں کی مالک ہو۔ یہ سب عظمت کی علامتیں ہی تو ہیں، اٹھارہ سالہ نوجوان خاتون کہ جس کا سن مبارک تاریخ میں حداکثر بائیس سال بیان کیا گیا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام جس طرح آپ کا احترام کرتے تھے اور ائمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں جو احادیث منقول ہیں ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ائمہ اہلبیت اور اولیائے خدا بھی اس عظیم ہستی سے کیسی عقیدت رکھتے تھے۔ ائمہ اہلبیت علیہم السلام انسانی صلاحیتوں اور استعدادوں کی آبیاری کرنے والے دریا ہیں جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے وجود مبارک کے معنوی سرچشمے سے جاری ہوتے ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام، امام موسی کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام اسی طرح بعد کے ائمہ علیہم السلام سب کے سب آب کوثر کے دریا ہیں اور یہ آب کوثر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی ہے۔ ہم اس عظیم ہستی کو اپنے لئے نمونہ عمل کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ کی زندگی بالکل معمولی اور سادہ تھی، غریبوں جیسا لباس پہنتی تھیں، آپ کا سن مبارک بھی حداکثر اکیس بائیس سال تھا، آپ ایک طرف تو گھریلو کاموں میں پوری تندہی سے مصروف ہیں تو دوسری جانب علم و دانش کا بحر مواج بھی آپ کے وجود میں موجزن ہے۔

قرآن کریم میں چار خواتین کے نام مذکور ہیں جو نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دو

خواتین نیکوکاروں کے لئے نمونہ ہیں اور دو بدکاروں کے لئے۔"

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ

خدا نے کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔[1]

"حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی ازواج جو"

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا

دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں [2]

یہ دونوں عورتیں تاریخ کے کفار کے لئے نمونہ ہیں۔ خداوند عالم قرآن میں جب کفر آمیز وجود کا نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے تو فرعون اور نمرود یا دیگر ارباب کفر کے بجائے ان دونوں عورتوں کی مثال پیش کرتا ہے۔ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال کہ جن کے لئے رحمت الٰہی کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ان کی سعادت وخوش بختی کی راہ ہموار تھی، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبروں کی زوجیت میں ہونے کا انہیں شرف بھی حاصل تھا اس طرح ان کے پاس کسی طرح کا کوئی عذر نہیں تھا لیکن ان دونوں عورتوں نے ان عظیم نعمتوں کی قدر نہیں پہچانی اور انہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی۔ کجروی اختیار کی۔ نبوت کے عظیم مرتبے پر فائز ان کے شوہر بھی انہیں کوئی فیض نہیں پہنچا سکے۔

فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا

اللہ تعالی کو کسی سے نہ تو کوئی تکلف ہے اور نہ ہی کسی سے اس کی کوئی رشتہ داری۔ اگر کوئی اس کے لطف وکرم اور رحمت والفت کا مستحق قرار پاتا ہے تو اس کی کوئی بنیادی وجہ

---

[1] سورۂ التحریم: ۱۰

[2] ایضاً

ہوتی ہے۔ اس میں تکلفات کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی کسی کا رشتہ دار نہیں ہے۔ ان دونوں خواتین کے شوہر پیغمبر الٰہی تھی لیکن وہ بھی انہیں اللہ تعالی کے عتاب سے نجات نہیں دلا سکے اور یہ عورتیں تاریخ کے کفار کا نمونہ بن گئیں۔ دوسری طرف اللہ تعالی نے قرآن میں ایسی بھی دو خواتین کا ذکر فرمایا ہے جو مومنوں کے لئے نمونہ ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

اور مومنوں کے لئے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال (زشت مآل) سے نجات بخش۔ [1]

ایک فرعون کی زوجہ اور دوسرے حضرت مریم۔ فرعون کی زوجہ کا کمال یہ تھا کہ فرعون کا محل اور وہاں کی پرتعیش زندگی انہیں راہ حق سے منحرف نہیں کر سکی۔ جو خاتون فرعون کی زوجہ ہے ظاہر ہے اس کے والدین بھی انہیں طاغوتوں میں سے ہوں گے اور اس میں بھی دورای نہیں کی اس کی پرورش ناز و نعم میں ہوئی ہوگی لیکن حضرت موسی علیہ السلام کا پیغام ان کے دل میں اتر گیا اور آپ حضرت موسی علیہ السلام کے دین پر ایمان لائیں۔ جب نور ایمان آپ کے دل میں اتر گیا اور آپ نے حق کے راستے کو نگاہ بصیرت سے دیکھ لیا تو اس کے سامنے محل کی رنگینیاں بے وقعت اور ہیچ ہو کر رہ گئیں اور آپ کی زبان پر یہ دعا آ گئی

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

ے میرے پروردگار مجھے تو باغ بہشت میں تیری بارگاہ میں کاشانہ چاہئے۔

حضرت مریم علیہا السلام کا بھی تذکرہ موجود ہے''

---

[1] سورۂ التحریم: ۱۱

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریمؑ کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔[1]

آپ نے پاکدامنی کو اپنا شیوہ بنایا، ظاہر ہے، یہ اعلی انسانی اقدار ہیں۔ یہ چار خواتین صرف عورتوں کے لئے نمونہ نہیں ہیں بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے نمونہ اور عبرت ہیں۔ اول الذکر دونو خواتین ایسی تھیں جن کے سامنے رحمت الٰہی کے دروازے کھلے ہوئے تھے لیکن انہوں نے ان میں داخل ہونے سے گریز کیا انہوں نے پست وفرومایہ چیزوں کے لئے معنویت وروحانیت کے خزانے کو ٹھکرا دیا۔ قرآن کریم نے اس کے اسباب وعلل کا ذکر تو نہیں کیا ہے لیکن بہرحل اس کی وجہ ان کی بری خصلتیں ہوسکتی ہیں یا ان کا برا اخلاق۔ کسی معمولی چیز کے لئے وہ راہ حق سے منحرف ہوگئیں اور بن گئیں کفر والحاد اور ناشکری کا مظہر۔ جبکہ دوسری دونوں خواتین اعلی اقدار کا مظہر ہیں، ان کے لئے حق وصداقت میں اتنی کشش ہے کہ وہ پورے فرعونی نظام اور بادشاہت سے منہ پھیر کر اس کی جانب قدم بڑھاتی ہیں۔ حضرت مریم کا عالم یہ ہے کہ آپ اپنی پاکدامنی وپاکیزگی کی اس انداز سے حفاظت فرماتی ہیں کہ اللہ تعالی آپ کو نمونہ قرار دے دیتا ہے۔

اب ایک نظر ڈالتے ہیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات اقدس پر، یہ ذات تمام فضائل وکمالات کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ حضرت مریم کے لئے ارشاد ہوتا ہے

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔[2]

اسی طرح احادیث میں بھی ذکر ہے کہ آپ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں

---

[1] سورۂ التحریم: ۱۲

[2] سورۂ آلِ عمران: ۴۲

لیکن حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا مقام یہ ہے کہ آپ پوری تاریخ انسانیت کی عورتوں کی سردار اور ان کے لئے نمونہ عمل ہیں۔ برادرانِ گرامی! آج ہمیں اس نمونہ عمل کی اشد ضرورت ہے۔اس وقت دنیا کے تشہیراتی ادارے ہر خطے میں انسانی معاشروں کے سامنے نئے نئے گمراہ کن نمونے پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان نمونوں میں کشش نہیں ہے اور یہ کامیاب نہیں ہیں لیکن پھر بھی گمراہ کن کوششیں جاری ہیں۔اس مقصد کے لئے اداکاروں کا استعمال کیا جا رہا ہے مصنفین کو خریدا جا رہا ہے۔ ظاہری شان و شوکت والی شخصیتوں سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔لوگوں کے سامنے فرومایہ نمونے پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ ان کے ذریعے لوگوں کو کسی خاص سمت میں لے جایا جا سکے۔اس سازش کے تحت بڑے پیمانے پر دولت خرچ کی جاتی ہے۔ ہالیوڈ کی فلمیں اور ان کے جیسے دیگر پروگرام خاص مقصد کے تحت تیار کئے جا رہے ہیں۔ وہ کہتے تو ضرور ہیں کہ فن و ہنر، سیاسی افکار و نظریات سے آزاد رہنا چاہئے لیکن عملی میدان میں فن و ہنر، سینما و تھیٹر، فلم و ڈراما، شعر و تحریر اور (مغالطہ آمیز) فلسفیانہ استدلال سمیت ہر ممکن حربہ اور ذریعہ سامراجی طاقتوں کے مفادات کی حفاظت کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ دنیا کا سرمایہ دارانہ نظام اس کی واضح مثال ہے۔ اس نظام کی فوجی طاقت امریکہ ہے تو اقتصادی طاقت وہ کمپنیاں ہیں جو امریکی حکومت کے پیچھے پیچھے ریشہ دوانیاں کر رہی ہیں۔ وہ (اپنے مدنظر) نمونوں کا پروپیگنڈہ کرنے کے لئے تمام وسائل سے استفادہ کرتی ہیں۔قوموں کا عالم یہ ہے کہ ان کے پاس ایسے نمونوں کا فقدان ہے جنہیں وہ اپنی طرف سے پیش کر سکیں۔ ہاں ہم مسلمانوں کے پاس نمونہ عمل ہے۔ ہمارے سامنے عظیم ہستیوں کے کردار ہیں۔عورتوں کے موضوع پر گفتگو کی جائے تو اسلام میں بڑی باعظمت خواتین مل جائیں گی جن میں سب سے عظیم صدیقہ کبری حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی ہے۔حضرت زینب کبریٰ علیہاالسلام اور حضرت سکینہ علیہاالسلام کی شخصیتیں بھی اہل نظر اور بابصیرت افراد کے لئے بڑی گراں قدر اور قابل تقلید ہیں۔ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو جوانان جنت کا سردار قرار دیا گیا ہے۔ یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یہ

دونوں بزرگوار ہمیشہ تو جوان نہیں رہے، ان پر بڑھاپا بھی آیا لیکن آپ کا لقب ''جوانان جنت کے سردار'' بدستور برقرار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ہستیوں کی جوانی کے ایام رہتی دنیا تک تمام نوجوانوں کے لئے نمونہ عمل رہیں گے۔ پیغمبر اکرم اور حضرت امیر المومنین علیہما السلام کے جوانی کے ایام بھی ایسے ہی ہیں۔

آپ مداحان اہلبیت اطہار کی خدمت میں میں عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ کی ذمہ داریاں بہت سنگین ہیں۔ میں بسا اوقات کچھ سفارشیں کرتا ہوں کہ ہم صرف اشعار اور فصیح و بلیغ بیان کے ذریعے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت پر روشنی ڈالنے اور پھر اس سلسلے میں اظہار عاجزی کرنے پر اکتفا نہ کریں کیونکہ ہمیں اس عظمت کی شدید ضرورت ہے۔ یہ درخشاں سورج تمام موجودات عالم کو فیضیاب کرتا ہے۔ یہ سورج ہمارے گھر آنگن میں اپنی روشنی بکھیر رہا ہے۔ ہمیں اس فکر میں رہنا چاہئے کہ اس سے کس طرح استفادہ کیا جائے۔ آسمان پر چمکنے والے سورج کو دیکھ دیکھ کر اگر ہم گھنٹوں اس کے گن گاتے رہیں اور اپنی فہم ناقص کے سہارے اس کی توصیف کرتے رہیں لیکن اس کی روشنی سے استفادہ نہ کریں اس کی حرارت سے فیض نہ اٹھائیں، اپنے جسم کی تقویت اور ضرورتوں کی تکمیل نہ کریں تو یہ عقلمندی نہیں کہلائے گی۔ ان عظیم ہستیوں کی شان ومنزلت بہت بلند ہے۔

اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوں ان افراد پر جو ہمارے ملک میں شیعیت کا تحفہ لے کر آئے اور نتیجتاً ہم عظیم حقائق سے آشنا ہوئے۔ اگر یہ نہ ہوا ہوتا تو بڑی دشواریاں پیش آتیں۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان شعلہ بیان زبانوں، شمشیروں اور قلموں پر جن کے ذریعے یہ حقائق ہم تک پہنچے اور ہم نے انہیں دیکھا اور سمجھا۔ یوں تو یہ بین دلیلیں بہتوں کے پیش نظر ہیں لیکن وہ انہیں سمجھنے اور ان کے ادراک سے قاصر ہیں کیونکہ وہ تعصب کے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا مقدر جاگا اور ہم ولایت اہلبیت اطہار سے روشناس ہوئے، اس نعمت عظمی اور خوش قسمتی پر ہمیں اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری نوجوان نسل، لڑکے اور لڑکیاں، ہمارا معاشرہ کس

معرفت کے فقدان کا شکار ہے۔ اس میں کس تعمیری اخلاقی عنصر کی کمی ہے۔ ہمیں وہ اخلاقی عنصر اور معرفت کا گمشدہ خزانہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور دیگر مقدس و بابرکت ہستیوں کے وجود میں تلاش کرنا اور پھر اسے شعر کی زبان میں بیان کرنا چاہئے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ زندگی میں ہمیں اہلبیت اطہار علیہم السلام کی کن تعلیمات کی فوری اور شدید ضرورت ہے۔ شعرا ان تعلیمات کو تلاش کریں اور پھر انہیں اپنی فنکارانہ زبان میں بیان کریں۔ یہ بہت اہم اور ضروری ہے۔ ورنہ صرف مدح سرائی، اور وہ بھی بسا اوقات غیر واضح الفاظ میں جنہیں سننے والا صحیح طور پر سمجھ پاتا ہے اور نہ مداح ہی صحیح طور پر درک کر پاتا ہے، کافی نہیں ہے۔ ہمیں خراج عقیدت ضرور پیش کرنا چاہئے، یہ تو ہمارا کمال اور ہمارے لئے فضیلت کی بات ہے، لیکن صرف اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں ان عظیم ہستیوں کے وجود نا پیدا کنار میں اپنے لئے موتی تلاش کرنا چاہئے۔ مبلغین کی ذمہ داریاں ہیں، شعراء کی ذمہ داریاں ہیں، اداکاروں اور فنکاروں کے فرائض ہیں، ملک کے فلمی شعبے میں مصروف کار افراد کے دوش پر ذمہ داریاں ہیں، ٹی وی چینلوں کے ذمہ داروں کے فرائض ہیں۔ خطباء و علما کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ اپنے دوش پر عائد ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھئے۔ ہماری قوم وہ ہے جس نے قیام حسینی سے سبق لیتے ہوئے انقلاب برپا کیا اور بدکردار اور گمراہ نظام حکومت کو سرنگوں کر دیا۔ اس قوم نے ایک عوامی حکومت کی تشکیل کی جو اسلامی خطوط پر چلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہمارا جذبہ اسلامی ہے تاہم ہم یہ نہیں کہتے کہ عملی میدان میں بھی ہم پوری طرح اسلامی تعلیمات کے پابند ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ہمارے اندر اسلامی جذبہ جوش مار رہا ہے اور ہم انشاءاللہ روز بروز عملی میدان میں بھی خود کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرتے جائیں گے۔ تو ہماری قوم نے ایک ایسی حکومت کی تشکیل کی جو دنیا کی سامراجی طاقتوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ اسلامی جمہوری نظام کا وجود امریکہ کے رخسار پر ایک طمانچہ ہے۔ آپ امریکہ مردہ باد'' کا نعرہ نہ لگائیں تب بھی یہ نظام دنیا کی ان بڑی طاقتوں کو چڑاتا رہے گا جو قوموں کی خودمختاری و عزت و وقار کی مخالف ہیں۔ آج ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس نظام کو ہر عیب و نقص سے پاک اور محفوظ

بنانے کی کوشش کریں۔ اس کی مادی ومعنوی لحاظ سے تقویت کریں۔ اگر آج ہمیں اتحاد کی ضرورت ہے، علم کی ضرورت ہے، تعاون کی ضرورت ہے، سیاسی واقتصادی سعی وکوشش کی ضرورت ہے، اگر جذبہ شہادت وشجاعت کی ضرورت ہے یا دوسری چیزوں اور صفتوں کی ضرورت ہے تو ہر شخص کو چاہئے کہ حتی الوسع ان ضرورتوں کی تکمیل کی کوشش کرے۔

تبلیغ کا محاذ بہت وسیع اور بڑا محاذ ہے، اس میں شعبۂ فن وہنر، تعلیم وتربیت، دین واخلاق، یونیورسٹیاں اور دینی تعلیمی مراکز اور وزارت ہدایت وثقافت نیز ریڈیو اور ٹی وی کے ادارے شامل ہیں لیکن جو مداح اور شعرا ہیں وہ بھی اسی محاذ کا حصہ ہیں، یہ عظیم ذمہ داری تو اس عظیم لشکر کی ہے لیکن کچھ فرائض مداحوں کے بھی ہیں۔ ہمیں اپنے حصے کی ذمہ داریوں سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کی ضرورت ہے تاکہ دوسرے بھی اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرسکیں اور ان کوششوں کا مجموعی نتیجہ فتح وکامرانی کی شکل میں ہمارے سامنے آئے۔ شعرا کو اس نکتے کی جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم نوحہ خوانی، مرثیہ خانی اور مجلسوں میں ان اعلی مفاہیم کو بیان کرسکتے ہیں۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہمیں اپنے فرائض کی صحیح شناخت اور ان پر عمل آوری کی توفیق عطا فرمائے اور اس عید کی برکتوں سے ہم سب کو فیضیاب کرے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید علی خامنہ ای

07 اگست 2004

2004-08-07

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے یوم ولادت پر قصیدہ خوانوں سے خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دل و جان سے خداوند عالم کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ایک بار پھر یہ توفیق عنایت فرمائی کہ آپ جیسے بلبلان گلزار اہلبیت علیہم السلام اور مداحان خاندان عصمت و طہارت کے ساتھ اس عظیم دن کا جشن منائیں اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہ کے ذکر سے دل و جان کو جلا بخشیں۔ میں آپ حضرات کا بھی شکر گزار ہوں کہ ہماری عید آپ نے شیریں کر دی اور اپنے پر خلوص توسل سے اس دن کو حقیقی معنوں میں عید کا دن بنا دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں جتنا بھی کہیں کم ہے اور حقیقت میں ہم نہیں جانتے کہ کیا کہیں یا کیا سنیں۔ اس انسیہ حورا، اس روح مجرد اور اس نبوت و ولایت مجسم کا وجود مبارک اتنے وسیع اور لامتناہی پہلو رکھتا ہے کہ جہاں تک طائر فہم کی رسائی ممکن نہیں اور ہم متحیر رہ جاتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ معاصر اور ہم عصر ہونا وہ عوامل ہیں جو شخصیات کی صحیح شناخت میں مانع ہوتے ہیں۔ عالم بشریت کے درخشاں ستارے، اپنے زمانہ حیات میں، ہم عصر لوگوں کے ذریعے پہچانے نہیں گئے، ان میں سے معدودے چند ممتاز ہستیاں ہی اس سے مستثنیٰ نظر آتی ہیں، وہ کچھ انبیاء و اولیاء تھے۔ وہ بھی گنتی کے چند لوگوں کے ذریعے۔ مگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ایسی عظیم ہستی ہیں کہ خود آپ کے زمانے میں، نہ صرف آپ کے والد، شوہر، اولادوں اور خاص شیعوں نے بلکہ ان لوگوں نے بھی جو آپ سے خلوص نہیں رکھتے تھے، انہوں نے بھی آپ کی مدح سرائی کی ہے۔ اہلسنت

محدثین نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں جو کتابیں لکھی ہیں، اگر انہیں دیکھیں تو ایسی بہت سی روایات ملیں گی جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی مدح میں صادر ہوئی ہیں یا آپ کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ان میں بہت سی روایات ان لوگوں سے نقل کی گئی ہیں جو اس طرح کے تھے جیسے بعض روایات ازواج رسول اور دوسرے لوگوں سے منقول ہیں۔ یہ مشہور حدیث عائشہ سے نقل کی گئی ہے کہ کہا

و اللہ ما رائیت فی سمتہ و ھدیہ اشبہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من فاطمہ

کسی کو ہیئت میں، چہرے میں، صورت میں، نورانیت میں، حرکات وسکنات میں، فاطمہ سے زیادہ پیغمبر کے مشابہ نہیں دیکھا۔

و کان اذا دخلت الیہ، اذا دخلت علی رسول اللہ قام الیھا

جب فاطمہ زہرا آپ کے پاس آتی تھیں تو آنحضرت کھڑے ہو جاتے تھے اور اشتیاق کے ساتھ آپ کی سمت آگے بڑھتے تھے۔

یہ قام الیہا کے معنی ہیں۔ ایسا نہیں تھا کہ جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کمرے میں داخل ہوتی تھیں تو پیغمبر آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے بلکہ قام الیہا کھڑے ہوتے تھے اور آپ کی طرف آگے بڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض روایات میں جو اسی راوی سے منقول ہیں، اس طرح آیا ہے

و کان یقبلھا او ر یجلسھا مجلسہ

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بوسہ دیتے تھے، آپ کا ہاتھ پکڑتے تھے اور لا کے اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔

یہ حضرت فاطمہ زہرا کا مرتبہ ہے۔ انسان اس بیٹی کے بارے میں کیا کہے؟ اس

عظیم ہستی کے بارے میں کیا لب کشائی کرے؟

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کہ عظمت آپ کی سیرت میں نمایاں ہے۔ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی کیا معرفت ہے؟ ایک بات یہ ہے۔ تاریخ میں محبان اہلبیت علیہم السلام نے جہاں تک ہو سکا، دختر رسول حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ جس طرح ہمارے زمانے میں یہ عظیم ہستی دلوں میں اتنی عزیز اور آنکھوں میں اتنی پروقار ہے، ہمیشہ اسی طرح رہی ہو۔آج الحمد للہ اسلامی دور ہے۔قرآن کی حکومت کا دور ہے۔علوی حکومت کا دور ہے۔حکومت اہلبیت علیہم السلام کا دور ہے۔ اور جو دلوں میں ہے وہی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔ اسلامی دنیا کی سب سے پرانی یونیورسٹی - جو تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے تعلق رکھتی ہے۔حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام پر ہے۔مصر کی مشہور ''الازہر'' یونیورسٹی کا نام حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام سے لیا گیا ہے۔ ماضی میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے نام پر یونیورسٹی قائم کرتے تھے۔حتی خلفائے فاطمی، جو مصر پر حکومت کر رہے تھے، وہ شیعہ تھے۔صدیوں سے شیعہ اس عظیم ہستی کی معرفت اس طرح حاصل کرتے جو حق ہے۔ یہ ایک مسئلہ ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں تمام ستاروں سے راستہ سیکھنا چاہئے۔

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴿۱۶﴾

اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔ [۱]

عاقل انسان اس طرح کے ہوتے ہیں۔ ستاروں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ ستارے آسمان میں چمکتے ہیں۔ وہاں عالم عظیم ہے۔کیا یہ ستارے وہی ہیں جو ہم آپ دیکھتے ہیں؟ بعض ستارے جو آسمان میں ایک نکتے کی طرح جھلملاتے ہیں، درحقیقت کہکشائیں ہیں۔کوئی ستارہ اس کہکشاں سے بھی جس میں اربوں ستارے ہیں، بڑا ہوتا ہے

---

[۱] سورۂ النحل:۱۶

——— خدا کی قدرت کا کوئی اندازہ نہیں ہے——— مگر ہمیں اور آپ کو وہ ایک چھوٹا روشن ستارہ نظر آتا ہے۔ اچھا، ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ عاقل انسان کو جس کو خدا نے آنکھیں دی ہیں، ان ستاروں سے اپنی زندگی میں استفادہ کرنا چاہئے۔ قرآن فرماتا ہے

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴿۱۶﴾

ان کے ذریعے راستہ تلاش کرتے ہیں۔

عالم خلقت کے یہ ستارے وہی نہیں ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان باتوں سے بہت بالاتر ہیں۔ ہم صرف درخشندگی دیکھتے ہیں مگر آپ کی ہستی اس سے بہت عظیم ہے۔ ہم اور آپ کیا استفادہ کرتے ہیں؟ کیا جان لینا ہی کافی ہے کہ آپ حضرت زہرا ہیں؟ میں نے روایت میں پڑھا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی نورانیت ایسی ہے کہ اس سے ملاء اعلی کے رہنے والوں کی آنکھیں بھی خیرہ ہو جاتی ہیں۔

زهراء نورها للملائكة السماء [۱]

وہ اس نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس نورانیت سے ہمیں کیا استفادہ کرنا چاہئے؟ ہمیں اس درخشاں ستارے سے خدا کا راستہ، راہ بندگی، جو سیدھا راستہ ہے اور جس پر چل کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اعلی مدارج طے کئے، وہ راستہ تلاش کرنا چاہئے۔ اگر آپ دیکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے آپ کے خمیر کو اعلی قرار دیا ہے تو اس لئے ہے کہ وہ جانتا تھا کہ یہ ہستی عالم مادہ میں، بشری دنیا میں، امتحان میں کامیاب رہے گی۔

امتحنك الله الذی خلقك قبل ان يخلقك فوجدك لما امتحنك صابرة [۲]

قضیہ یہ ہے۔ خداوند عالم اگر اس ہستی کے خمیر کی تیاری میں خاص لطف سے کام

---

[۱] حدیث پیغمبر، امالی شیخ صدوق، مجلس 24 ص 99

[۲] امام صادق علیہ السلام، التہذیب، ج 6 ص 10

لیتا ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ جانتا ہے کہ وہ کس طرح امتحان میں کامیاب ہوگی۔ ورنہ بہت سے لوگ ہیں جن کا خمیر اچھا تھا، کیا ان میں سے ہر ایک امتحان میں کامیاب رہا؟ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی کا یہ حصہ وہی ہے جس کی ہمیں اپنی نجات کے لئے ضرورت ہے۔ شیعوں کی ایک حدیث ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا

یافاطمته انی لم اغن عنك من الله شیاء

یعنی اے میری عزیز، اے میری فاطمہ، خدا کے نزدیک میں تمھیں کسی چیز سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔

یعنی تمھیں اپنی فکر خود کرنی ہے۔ اور آپ بچپن سے لے کر اپنی مختصر عمر کے آخر تک اپنی فکر میں رہیں۔ آپ دیکھیں کہ اس ہستی نے کس طرح زندگی گزاری؟ شادی سے قبل، ایک بیٹی کی حیثیت سے اپنے عظیم باپ کی اس طرح خدمت کی کہ ام ابیہا یعنی اپنے باپ کی ماں کا لقب آپ کو دیا گیا۔ اس زمانے میں پیغمبر رحمت ونور، نئی دنیا لانے والا، اس عظیم عالمی انقلاب کا رہبر وسردار، جس کو تا ابد باقی رہنا ہے، پرچم اسلام بلند کررہا تھا۔ آپ کو بلا وجہ ام ابیہا نہیں کہتے۔ آپ کو یہ لقب، آپ کی سعی وکوشش، خدمت اور مجاہدت پر دیا گیا ہے۔ آپ مکے کی زندگی میں بھی، شعب ابوطالب کی زندگی میں بھی، ان تمام سختیوں اور مشکلات کے ساتھ اور اس وقت بھی جب آپ کی مادر گرامی حضرت خدیجہ اس دنیا سے رحلت فرما گئیں اور پیغمبر تنہا رہ گئے، اپنے والد کے ساتھ اور آنحضرت کی ہمدم وغمخوار رہیں۔ مختصر سے عرصے میں دو بڑے سانحوں، حضرت خدیجہ کبری (سلام اللہ علیہا) کی رحلت اور حضرت ابوطالب (علیہ السلام) کی وفات سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ مختصر مدت میں یہ دونوں ہستیاں پیغمبر سے رخصت ہوگئیں۔ پیغمبر کو تنہائی کا احساس ہوا۔ اس وقت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اٹھیں اور اپنے ننھے ہاتھوں سے پیغمبر ﷺ کے چہرے سے غبار غم صاف کیا۔ ام ابیہا، آپ پیغمبر ﷺ کے لئے باعث تسلی وتسکین بن

گئیں، یہ لقب انہیں ایام میں ملا۔

آپ سمندر کی طرح بیکراں اس شخصیت ومجاہدت کو دیکھیں کتنی عظیم ہے؟! اس کے بعد دور اسلام آیا۔ پھر علی بن ابیطالب علیہ السلام سے آپ کی شادی کا مرحلہ آیا۔ وہی علی بن ابیطالب جو انقلاب اسلام کے ایک فداکار سپاہی اور مجسم بسیجی تھے۔ ہفتہ بسیج (عوامی رضا کار فورس) ہے۔ بسیجی یہ ہوتا ہے۔ یعنی اس کا تمام وجود اسلام کے لئے وقف ہوتا ہے۔ اس کے لئے وقف ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے ہیں اور جس سے خدا خوش ہوتا ہے۔ امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام نے اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کیا۔ ان دس برسوں میں۔ پیغمبر اکرم کی حیات طیبہ کے دس برسوں میں امیر المومنین علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ اسلام کی پیشرفت کے لئے تھا۔ یہ جو کہتے ہیں کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین علیہ السلام کے بچے بھوکے رہتے تھے، وجہ یہی ہے۔ ورنہ یہ جوان اگر کمانے کی فکر کرتا تو سب سے زیادہ کما سکتا تھا۔ یہ وہی علی ہیں جنہوں نے بعد میں بڑھاپے میں کنویں کھودے۔ ایسے کنویں جن سے اونٹ کی گردن کی طرح پانی نکلتا تھا۔ ابھی آپ نے اپنے ہاتھ اور چہرے سے کام کا گردوغبار صاف نہیں کیا تھا۔ کنویں کھودتے تھے اور وقف کر دیتے تھے۔ آپ نے اس طرح کے کام بہت کئے ہیں۔ کتنے کھجوروں کے باغات لگائے۔ امیر المومنین علیہ السلام جوانی میں بھوکے کیوں رہتے تھے؟ روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر اکرم کی خدمت میں تشریف لے گئیں۔ آپ اتنے دنوں سے بھوکی تھیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے چہرہ مبارک پر بھوک کی نقاہت کا مشاہدہ کر لیا۔ پیغمبر غمگین ہوئے اور اپنی بیٹی کے لئے دعا کی۔ امیر المومنین علیہ السلام کی تمام کوششیں راہ خدا میں اور اسلام کی پیشرفت کے لئے تھیں۔ آپ اپنے لئے کام نہیں کرتے تھے۔ یہ بسیجی کا مصداق کامل ہے۔

میں اس ملک کے علوی وفاطمی فعال بسیجیوں سے عرض کروں گا کہ امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیں کیونکہ دنیا کے تمام بسیجیوں کے لئے

بہترین اسوہ اور نمونہ، علی بن ابیطالب علیہ الصلوات والسلام ہیں۔ اس عالم میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے، آپ سے شادی کے خواہشمند اتنے لوگوں میں سے ایسے نوجوان کا انتخاب کیا جو اپنا سب کچھ راہ خدا میں دے چکا تھا اور مسلسل جنگ کے میدانوں میں رہتا تھا۔ آسان نہیں ہے۔ اسلام کے عظیم رہبر اور زمانے کے مقتدر ترین حاکم کی بیٹی، جس سے شادی کے خواہشمند، پیسے والے اور نامی گرامی افراد تھے، مگر ان تمام لوگوں میں خداوند عالم نے فاطمہ زہرا کے لئے علی کا انتخاب کیا تھا اور حضرت فاطمہ زہرا بھی اس الٰہی انتخاب پر راضی اور خوش تھیں۔ پھر امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اس طرح زندگی گزاری کہ آپ اپنے پورے وجود سے آپ سے راضی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں امیر المومنین علیہ السلام سے جو جملے کہے ہیں وہ اس کا ثبوت ہیں۔ میں اس وقت، اس عید کے دن وہ غمناک جملے نہیں پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے صبر کیا، بچوں کی اس طرح تربیت فرمائی، حق ولایت کا دلیری کے ساتھ دفاع کیا، اس راہ میں اذیتیں اور ایذائیں برداشت کیں اور پھر آغوش شہادت میں چلی گئیں۔ یہ ہیں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔

میرے عزیزو آپ سب، جو بلبل گلزار فاطمی ہیں، مداحان اہلبیت علیہم السلام ہیں،

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾

اے (پیغمبر کے) اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔[1]

کے قصیدہ خوان ہیں، جہاں تک ہو سکے ان نکات پر توجہ کریں، بہت اچھے قصیدے کہنے والوں کے کلام سے استفادہ کریں۔ آج واقعی بہت اچھے قصائد، بہت عمدہ انداز میں پڑھے گئے، قصائد کے مضامین بھی بہت اچھے اور بے نقص تھے۔ جہاں تک ہو

---

[1] سورۂ احزاب: ۳۳

سکے عوام کو سنانے کے لئے ان قصائد اور ایسے قصائد کا انتخاب کریں جن کے مضامین تعمیری ہوں اور ان سے عوام کو جہت ملے، ان کی ہدایت ہو۔ مسلسل یہ کہنا ہی کافی نہیں ہے کہ یہ درخشاں ستارہ ہے۔ یہ درخشندگی جو ہمیں نظر آتی ہے وہ اس نورانیت کا پرتو ہے جس کا بیان ناممکن ہے۔ اس درخشاں ستارے کے اسی پرتو سے ہمیں ہدایت حاصل کرنی چاہئے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ الحمدللہ ہمارے نوجوانوں کے دل یاد فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے اس طرح منور ہیں کہ میں محسوس کرتا ہوں، ہر کوئی محسوس کرتا ہے کہ حالیہ دس پندرہ برسوں میں اس مومن، انقلابی، مخلص اور حزب الٰہی قوم کے دل میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی محبت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ آپ کا نام اور آپ سے توسل جو محاذوں پر تھا، جنگ کے دوران تھا، امن اور تعمیر نو کے دور میں بھی ہے۔ الحمدللہ دشمنوں کے مقابلے میں آمادگی میں بھی یہ توسل ہے۔ یہ بہت خوب اور بہت اہم توسل ہے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ، جس شکل میں بھی ممکن ہو، وہی جذبہ ہے جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو پسند ہے۔ یہ مژدگانی ہے ملک کے بسیجی نوجوانوں کے لئے، جو محبان حضرت فاطمہ زہرا بھی ہیں، آپ کی مرضی کے مطابق کام بھی کرتے ہیں اور آپ کے راستے پر چلتے ہیں جو راہ خدا اور راہ عبودیت ہے۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱

اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا رستہ ہے۔ [1]

میرے پرودگار دنیا و آخرت میں ہمارے ہاتھوں کو دامان حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے جدا نہ فرما۔

نور زہرائے اطہر سے ہمارے دلوں کی ہدایت فرما۔

میرے پروردگار آپ کی محبت کو ہمارے دلوں میں روز بروز زیادہ کر۔ ہمیں موت محبت اہلبیت پیغمبر پر آئے اور قیامت کے دن اہلبیت پیغمبر کی محبت پر ہی ہمیں زندہ

---

[1] سورۂ یاسین: ۶۱

کرنا۔

میرے پرودگار ! تجھے واسطہ ہے محمد وآل محمد کا، عوام کی تمام مشکلات کو اسلام اور اسلامی والٰہی احکام سے تمسک کے سائے میں، برطرف فرما اور اس اجتماع کا ثواب، نور، رحمت اور لطف وکرم، ہمارے عظیم امام (خمینی) اور شہدائے اسلام کی ارواح کو عنایت فرما۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید علی خامنہ ای

24 نومبر 1994

فاطمہ زہر علیہا السلام کے یوم ولادت پر خطبا و شعرا سے خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیدہ، طاہرہ، معصومہ سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت اور انقلاب کے رہبر عظیم القدر کے یوم ولادت کی آپ تمام عزیز بھائیوں، بوستان محبت اہل بیت اور ولایت خاندان پیغمبر کے گلشن کے نغمہ سرا بلبلوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ ہمارے حق میں اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے کہ تواتر کے ساتھ پے در پے ولادتوں، شہادتوں اور سوانح زندگی کی یہ مناسبتیں اسلامی وشیعہ معاشرے کے لئے سرچشمہ الہام وتعلیمات ہیں۔جس کی بہت قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ ولادت امیر المومنین علیہ السلام کے موقعے پر، ولادت پیغمبر، ولادت امام حسن علیہ السلام، ولادت امام حسین علیہ السلام، ولادت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے موقعے پر ان ضوفشاں نجوم اور ان رہنما پرچموں کی یاد دلوں میں تازہ ہوجاتی ہے، جو بڑی قابل قدر بات ہے۔خدا کا شکر ہے کہ انوارِ فاطمی سلام اللہ علیہا کی یہ محفل برسوں سے منعقد ہوتی آ رہی ہے، جو ہمیں مستفیض کرتی ہے، ہمارے کام کے ماحول اور ہماری زندگی کی فضا کو بلکہ پورے ملک کے ماحول کو معطر کرتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا محدود ذہن حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی ملکوتی اور آسمانی ہستیوں کی شخصیات کے پہلوؤں کے ادراک سے قاصر ہے۔ عقلیں یہ توانائی کہاں رکھتی ہیں کہ روحانی پہلوؤں کا احاطہ کریں، ان کی قدر ومنزلت کا ادراک کریں یا ان کا اندازہ لگائیں مگر ان (ہستیوں کے) طرز زندگی کو نمونہ عمل قرار دیا جا

سکتا ہے۔ ان کے جو روحانی مرتبے ہیں وہ الگ حقائق ہیں، تاہم ان کی جو روش زندگی ہے وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، یہ ایک الگ چیز ہے۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فضیلتوں کے اس دوسرے پہلو یعنی ان ہستیوں کی ظاہری روش کو ہم اپنے اندر پوری طرح اتار لینے پر قادر ہیں، لیکن اس راستے پر قدم تو رکھا ہی جا سکتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اَلا وَ اِنَّکُم لا تَقدِرونَ عَلی ذٰلِكَ وَ لٰکِن اَعینونی بِوَرَعٍ وَ اجتِهادٍ وَ عِفَّةٍ وَ سُدادٍ

حضرت نے اس بلند مقام پر فائز ہونے اور بے پناہ وسائل تک رسائی کے باوجود زاہدانہ زندگی بسر کرنے کی اپنی روش کی تشریح کے بعد فرمایا: آپ لوگ میری طرح زندگی نہیں بسر کر سکتے مگر آپ میری مدد کر سکتے ہیں، کیسے؟ اپنے ورع اور پرہیزگاری سے، گناہوں سے اجتناب کے ذریعے، اپنی سعی و کوشش اور جفاکشی کے ذریعے، حالانکہ یہ چیزیں تو ہم سب کا فریضہ ہیں۔ حضرت نے ہمارے لئے اہداف کا تعین فرما دیا، انفرادی اور شخصی اہداف کا بھی تعین کر دیا اور سماجی و سیاسی و اجتماعی اہداف کو بھی مشخص فرما دیا۔ ذاتی و شخصی ہدف کے اعتبار سے دیکھا جائے تو انسانی وقار کے اعلی مقام پر پہنچنا ہمارا ہدف ہے، سب سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ انہیں یہ بلند اور لامحدود پرواز کی توانائی عطا کی جائیگی۔ آپ نوجوانوں کے اندر یہ توانائی ہم جیسوں سے زیادہ ہے۔ یہ اعلی انفرادی و شخصی اہداف ہیں۔

بڑے سماجی اہداف میں پاکیزہ اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کی تشکیل ہے، وہ معاشرہ جس میں لوگوں کو یہ موقعہ فراہم ہو کہ اس اعلی مقصود کی جانب بآسانی گامزن ہو سکیں، ایک آباد معاشرہ، آزاد معاشرہ، خود مختار معاشرہ، اعلی اخلاقیات سے آراستہ معاشرہ، اتحاد و یکجہتی رکھنے والا معاشرہ، متقی و پرہیزگار معاشرہ۔ یہ اسلامی معاشرے کے اہداف ہیں۔ ایسی دنیا کہ جو آخرت کا مقدمہ ہے، ایسی دنیا جو انسان کا ہاتھ پکڑ کر جنت تک پہنچا دے، ایسی دنیا کا قیام اسلام کا اعلی سیاسی و سماجی ہدف ہے۔ ان چیزوں کا خاکہ

ہمارے سامنے کھینچ دیا گیا ہے، اب اس منزل تک پہنچنے کا راستہ دیکھنا ہے کہ کیا ہے؟ اس منزل تک رسائی کیسے ممکن ہے؟ اسی طرح فرماتے ہیں؛''اَعِیْنُونی'' میری مدد کرو۔ یہ امیر المومنین کا کلام ہے کہ میری مدد کرو۔ یعنی امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی، اپنا جہاد اور محنت و جفاکشی سب کچھ جس مقصد کے لئے صرف کیا وہ تاریخ میں بشریت کے لئے ایک ایسی ہی دنیا کا قیام ہے۔ میری مدد کرو کہ یہ ہدف پورا ہو جائے۔ کیسے مدد کرو؟ بورع و اجتہاد، پاکیزگی اور سعی و کوشش سے۔ یہاں تساہلی ممنوع ہے، بے کار بیٹھنا منع ہے، تھک ہار کر بیٹھ رہنے کی مناہی ہے، قنوطیت اور مایوسی پر پابندی ہے۔ یہ عظیم عمل اگر انجام پا جائے گا تو پھر آپ حقیقی معنی میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے قلب مبارک کو شاد کرنے میں کامیاب ہوں گے، آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے قلب مبارک کو خوش کریں گے، کیونکہ ان عظیم ہستیوں نے اپنی ساری زندگی اسی ہدف کے لئے صرف کر دی۔ اسی مقصد کے تحت پوری زندگی سعی پیہم میں بسر کر دی۔

آج ہم ملت ایران کو یہ موقعہ حاصل ہوا ہے، کل فراہم نہیں تھا، کل بڑی دشواریاں تھیں، آج اسلامی جمہوریہ کے دور میں یہ موقعہ ملک کے عوام کو حاصل ہوا ہے کہ آگے بڑھیں، صحیح سمت و نہج پر آگے بڑھیں، بہترین انداز میں زندگی بسر کریں، مومنانہ زندگی گزاریں، عفت و پاکیزگی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ ایسا نہیں ہے کہ گناہوں کے راستے مسدود ہو گئے ہیں، نہیں، گناہ کا راستہ بھی کھلا ہے، لیکن اچھی زندگی گزارنے کا راستہ، مومنانہ زندگی جینے کا راستہ اور عفت و پاکیزگی کا راستہ بھی پرچم اسلام کے زیر سایہ روشن اور کھلا ہوا ہے۔ اس انداز کی زندگی جینے کا اپنا الگ مزہ ہے اور اس کی کچھ اپنی سختیاں اور دشواریاں بھی ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ
يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ

اور پیغمبروں کے راستے کے مقابلے میں ہمیشہ دشمن بھی موجود

تھے، یہ دشمن کون لوگ ہوتے تھے؟ شیاطین انس اور شیاطین جن۔تو
انسانوں اور جنوں پر مشتمل شیطانوں کے اس طویل وعریض محاذ کے
سامنے مومنین کی فولادی اور مستحکم صف کھڑی ہوتی ہے۔[1]

ملت ایران نے اس کو آزمایا ہے اور ثابت ہو گیا کہ دشمنوں پر غلبہ پایا جا سکتا ہے، چنانچہ آج تک ملت ایران کامیابی سے ہمکنار ہوتی آئی ہے۔کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی سے ہمیں سبق ملتا ہے سعی وکوشش کا، محنت ومشقت کا، پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا، چنانچہ معصومہ دوعالم کی پوری زندگی روحانیت ونورو پاکیزگی سے عبارت ہے۔:

الطّھَّرَۃِ الطّاھِرَۃِ المُطَھَّرَۃِ التَّقیَّۃِ النّقیَّۃِ [الرَّضیَّۃ]
الزَّکیَۃ

معصومہ کی پاکیزگی،تقوا اور نورانیت ہی شیعہ تاریخ پر اور شیعہ
تعلیمات ومعارف پر سایہ فگن رہی ہے۔

جو کچھ میں خاص طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں اس کا تعلق شعراء وخطبا کی عظیم ذمہ داریوں سے ہے۔یہ قصیدہ خوانی،نوحہ خوانی اور خاندان پیغمبر کی مدح سرائی جو بہت بڑا افتخار ہے اور بحمد اللہ ہمارے معاشرے میں یہ چیز بخوبی رائج ہے، اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔یہ سلسلہ پہلے بھی تھا مگر محدود پیمانے پر تھا، آج پورے ملک میں یہ دسترخوان بچھا ہوا ہے، یہ میدان پوری طرح کھلا ہوا ہے۔ملک بھر میں ہزاروں افراد آج ذوق وفن اور گوناگوں اسلوب بیانی اور شیوہ تکلم کو بروئے کار لاتے ہوئے اس میدان میں سرگرم عمل ہیں۔یہ ایک بہترین موقعہ ہے۔جب بھی کوئی موقعہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ کچھ ذمہ داری بھی ضرور ہوتی ہے۔جب تک آپ لوگوں سے خطاب نہیں کر رہے ہیں اس وقت تک آپ کی ذمہ داری کی حدیں کچھ اور ہوتی ہیں، مگر جب آپ عوام سے مخاطب ہونے لگے ہیں تو فطری

[1] سورۂ الانعام: ۱۱۲

بات ہے کہ ذمہ داری کا دائرہ وسیع تر ہو جائیگا اور اتنا ہی وسیع ہوگا جتنا وسیع آپ کے خطاب کا دائرہ ہوگا۔

اگر آپ عوام الناس سے خطاب کر رہے ہیں، اپنے فن، اشعار، آہنگ اور آواز کے ذریعے عوام الناس سے خطاب کر رہے ہیں تو ظاہر ہے آپ کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔ تمام مواقع اور امکانات اپنے ساتھ کچھ ذمہ داریاں اور فرائض بھی ضرور رکھتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ ان فرائض کو بحسن وخوبی ادا کریں۔ اگر ملک کے خطبا اور نوحہ وقصیدہ گو شعرا کی صنف اپنے فرائض کو کماحقہ ادا کرلے جائے تو ملکی سطح پر عمیق تبدیلیاں رونما ہوں گی۔

میں نے بارہا عرض کیا کہ کبھی کبھی محفلوں اور مجلسوں میں پڑھے جانے والے اشعار کو اگر آپ حسن ادائیگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جب کوئی سبق آموز اور تعمیری قطعہ آپ پڑھتے ہیں تو اس کا اثر ہماری دو گھنٹا اور تین گھنٹے کی تقریر سے زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ دیکھنے میں آتا ہے، بنابریں آپ کے پاس بہترین موقعہ ہے۔ اگر ہزاروں کی تعداد میں موجود یہ شعرا وخطبا، مذہبی اشعار پڑھنے والے ثناخواں حضرات محافل ومجالس میں، عوام سے خطاب کے دوران اپنے پروگراموں کے دوران، اشعار پیش کرتے وقت ان ضوابط کو ملحوظ رکھیں اور اس عظیم عمل کے اصولوں پر عمل کریں تو پھر آپ دیکھئے کہ ملک میں کیا تبدیلی آتی ہے۔ ہمارے دشمن سیکڑوں وسائل کی مدد سے، سیکڑوں زبانوں کی مدد سے، گوناگوں ذرائع کی مدد سے عوام الناس کے عقائد اور نظریات کو دگرگوں اور تباہ کردینے کی سازش پر گامزن ہیں۔ ان کا پہلا نشانہ اسلامی جمہوریہ ایران ہے اور دوسرے نمبر پر ان کی نظریں عالم اسلام پر ہیں۔ عوام میں بھی بہت سے لوگ سمجھتے ہیں، محسوس کرتے ہیں کہ دشمن کیا چالیں چل رہا ہے، ٹی وی چینل، ریڈیو نشریات، جدید الیکٹرانک مواصلاتی ذرائع وغیرہ۔ کچھ چالیں ایسی ہوتی ہیں جن کی زیادہ معلومات ہم لوگوں (حکام) کو ہوتی ہے، عوام کو پتہ نہیں چلتا کہ کیسے کیسے پیچیدہ منصوبے ہمارے ملک کے خلاف تیار کئے گئے ہیں کہ عوام الناس کے افکار کو منحرف کیا جائے، قوم کی سمت وجہت کو بدل دیا جائے، اسلام کو گھٹنے ٹیکنے

پر مجبور کر دیا جائے، عالم اسلام میں شیعہ معاشرے کو اور شیعہ افکار و تعلیمات کو نمونہ عمل بننے سے روکا جائے، اس کے لئے بڑی کوششیں ہو رہی ہیں۔

دشمن جس پیمانے پر کام کر رہا ہے اس کے مقابل ہمارے پاس کچھ منفرد اور استثنائی وسائل و امکانات ہیں۔ بیشک دشمن کو انٹرنیٹ کے ذریعے بھی جواب دیا جا سکتا ہے، اسی سے ملتے جلتے دیگر وسائل کی مدد سے بھی جواب دیا جا سکتا ہے، البتہ ان کے اقدامات اور ریشہ دوانیاں بہت بڑے پیمانے پر ہیں۔ مگر ہمارے پاس بھی کچھ اپنے انفرادی اور استثنائی وسائل و ذرائع ہیں۔ ایک مثال تو یہی آپ کا فن ہے، یہی آپ شعراء و خطباء ہیں، یہی شعراء اور شعر خوانوں کی صنف ہے۔ آپ لوگوں کے روبرو ہو کر اور آمنے سامنے ہو کر اپنی باتیں اور پیغام کو منتقل کرنے کے لئے اپنے اس فن کو بروئے کار لاتے ہیں وہ بھی اتنے بڑے پیمانے پر ے، یعنی شعراء کی تعداد دو چار اور دس بیس نہیں بلکہ ملک بھر میں یہ تعداد ہزاروں میں ہے، یہ ہمارے پاس ایک منفرد ذریعہ ہے۔ یہ منبر استثنائی وسائل میں سے ہے۔ یہ مجلسیں، یہ مذہبی تقریبات اور پروگرام، یہ انجمنیں سب انفرادی چیزیں ہیں۔ اگر منبر پر بیان کی جانے والی باتیں، اگر اشعار کا مضمون، اگر انجمنوں کے نوحے مناسب اور شائستہ مضامین سے پر ہوں تو دنیا کا کوئی بھی ابلاغیاتی ذریعہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بالکل استثنائی اور انفرادی چیز ہے۔ اسے کہتے ہیں موقعہ، اس موقعے کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دینا چاہئے، اس ذریعے کو رائیگاں نہیں جانے دینا چاہئے۔

اس موقعے کو گنوانے سے بھی بری بات یہ ہے کہ ہم اسے غلط مقصد کے لئے استعمال کریں۔ اگر ہمارا مذہبی جلسہ اور قصیدہ خوانی کی محفل یا مجلس عزا کا نتیجہ یہ ہو کہ لوگ منبر کے پاس سے اٹھیں تو مستقل کے تئیں ان کا یقین متزلزل اور امید معدوم ہو تو ہم نے در حقیقت اس موقع کو ضائع کر دیا ہے اور اس نعمت کی ناقدری کی ہے۔ اگر ہماری مجلس اور محفل سے لوگ اس کیفیت کے ساتھ اٹھیں کہ ان کی معلومات میں حالات اور فرائض کے تعلق سے ان کی اطلاعات میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے تو ہم نے یہ موقع گنوایا ہے۔ اگر

خدانخواستہ ہماری یہ نشست اتحاد پر ضرب لگانے والی ہوتو ہم نے اس موقع کو ضائع کیا ہے۔ اگر ہمارا انداز بیان یا ہماری گفتگو کا ماحصل ایسا ہو جو ہمارے دشمنوں کے اہداف کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوتو ہم نے اس نعمت خداوندی کی ناقدری کی ہے

بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا

نعمت کو ہم نے بدبختی میں تبدیل کر دیا ہے۔[1]

اس طرف سے بہت محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ ہم نے بارہا کہا ہے کہ دنیا کے حالات اور عالم اسلام کے مسائل سے واقفیت رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ حقیقت روز روشن کی مانند عیاں ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلاف ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں ایک اہم حربہ اور ترپ کا پتہ ہے۔ ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں موجود ایک تلوار یہی ہمارے مسلکی اختلافات ہیں۔ اختلافات کو برملا بیان کرنا، عقائد سے متعلق مخالفتوں کو اعلانیہ طور پر ظاہر کرنا، کینہ و کدورت پیدا کرنے والی باتیں اٹھانا، ایسی چیز ہے جس سے ہمارے دشمن کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اب اگر ہم نے ایسا طرز عمل اختیار کیا جس سے ہمارے دشمنوں کے مقاصد کی تکمیل ہوتو یہ عمل بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا کا مصداق ہوگا۔ مذہبی اجتماعات اور مجالس میں مذہبی منافرت کو ہوا نہیں دینا چاہئے، اس کو آخر کتنی بار دہرایا جائے؟ میں نے بارہا یہ بات مکرر کہی ہے لیکن پھر بھی کچھ لوگ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ اگر ایسے شخص کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے مکتب فکر کو نہیں مانتا اور آپ کے عقیدہ حقہ کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے لئے آپ کو کیا کرنا چاہئے؟ کیا آپ سب سے پہلے اس کے دینی مقدسات کی توہین شروع کر دیں گے، اس کی تنقیص اور اس کے خلاف بدکلامی شروع کر دیں گے؟ یہ روش تو اسے آپ سے بالکل ہی دور کر دیگی اور اس کی ہدایت و رہنمائی کے امکانات کو بالکل ختم کر دیگی۔ اس کا یہ طریقہ ہرگز نہیں ہے۔

آج آپ دیکھ رہے ہیں، شیعہ مسلک پر کیسی یلغار ہو رہی ہے۔ استکباری

---

[1] سورۂ ابراہیم:۲۸

طاقتوں کے وہ آلہ کار جنہوں نے اس سے پہلے شیعہ وسنی نام بھی نہیں سنا تھا وہ بھی اپنی تشہیراتی مہم میں بار بار یہ باتیں دہراتے ہیں کہ ہاں ایران تو شیعہ ملک ہے، علاقے کا شیعہ گروپ، فلاں ملک کی شیعہ تنظیم بار بار شیعہ سنی اختلاف کی بات کرتے ہیں، آخر کیوں؟ اس لئے کہ انہیں مسلمانوں کے درمیان کینہ وکدورت کی آگ بھڑکانے کا بہترین ذریعہ مل گیا ہے۔ بیشک ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں، ہمیں اس پر ناز ہے کہ ہم نے ولایت اہل بیت کے مقام ومنزلت کو سمجھا ہے۔ ہمارے عظیم الشان امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے ولایت امیر المومنین کا پرچم اپنے ہاتھوں سے اٹھایا مگر یہ عمل ایک ایسا عمل قرار پایا جس پر شیعہ وغیر شیعہ سب کو احساس فخر ہو، انہیں اپنے مسلمان ہونے پر ناز ہو۔ مگر اب ہم کوئی ایسا کام انجام دیں کہ یہی احساس افتخار اور شیعہ مسلک کے سلسلے میں عالم اسلام کا یہی لگاؤ اور رجحان بغض وکینہ اور دشمنی وعناد میں تبدیل ہو جائے تو یہ درحقیقت دشمن کی خواہش کی تکمیل ہے۔ ایسا نہیں ہونے دینا چاہئے۔ یہ بے حد اہم نکتہ ہے۔ اس کا بہت خیال رکھئے، آپ کو یہ بات دوسروں سے زیادہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ہم ایسا کوئی بھی کام نہ کریں جس سے ہمارے دشمن کی مقصد برآری ہو، اس کی تلوار کو صیقل نہ کریں۔ ہمارے بزرگان، ہمارے علماء، ہمارے مراجع تقلید، عالم اسلام کی عظیم ہستیاں ہمیشہ ہمیں اس کی نصیحت کرتی رہی ہیں۔ یہ بڑا اہم اور کلیدی نکتہ ہے۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ مذہبی تقاریب کی فضا میں بہت احتیاط کیجئے کہ کہیں ایسا کوئی فعل سرزد نہ ہو جو شرعی حدود کے باہر ہو، اس کا بہت خیال رکھئے۔ مجالس ومحافل کا ماحول پاکیزہ اور طاہر ماحول ہوتا ہے۔ اس پاکیزہ ماحول میں ان لوگوں کا طور طریقہ شامل نہ ہونے پائے جو کسی چیز کے پابند نہیں رہنا چاہتے۔ ایسے لوگوں کی آلودگی مذہبی اور دینی تقاریب میں داخل نہ ہو، اس کا بہت خیال رکھئے۔ یہ پاکیزہ اور طیب وطاہر ماحول ہے۔ اس طرح کے مقامات کی طہارت کا خیال رکھئے، یہ ایسا ماحول ہے جہاں ہم شعری زبان میں اسلامی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں۔

ہماری یہ کوشش ہونا چاہیئے کہ ہمارے اشعار کا مضمون اور اس کے مندرجات سبق آموز ہوں۔ خواہ وہ محفل ہو یا مجلس۔ سب کے لئے اشعار کے مضامین کا انتخاب اس انداز سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ سبق آموز ہو۔ انقلاب کے جوش وجذبے اور ہیجان کے زمانے میں محرم کا مہینہ آیا جو طاغوتی شاہی حکومت کا آخری محرم تھا تو اسی محرم وصفر کے بعد اسلامی انقلاب فتح سے ہمکنار ہو گیا۔ مختلف شہروں میں مذہبی انجمنیں نوحہ خوانی کر رہی تھیں اور نوحوں میں بھی کسی فصیح وبلیغ خطبے کی طرح عوام الناس کے لئے بیداری اور بصیرت کا پیغام ہوتا تھا۔ یہ کیفیت ہمیشہ قائم رہنا چاہیئے۔ نوحوں کو پرمغز بنایئے۔ نوحہ خواں جو کام کرتا ہے وہ بہت پرکشش اور جاذب نظر ہے۔ نوحہ خوانی کی یہ روایت بہت اہم ہے۔ یہ شیعہ سماج کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ دوسری جگہوں پر مذہبی تقاریب اور رسومات میں یہ بات نہیں ہے۔ یہ ہماری انفرادی خصوصیت ہے۔ اس کو پرمغز بنایئے، فکر انگیز بنایئے۔ ان چیزوں پر اگر توجہ دی جائے تو خطبا وشعرا کی یہ صنف ایرانی معاشرے کی فکری وعملی اصلاح کے عمل میں ہراول دستے کا رول حاصل کرلیگی۔ یہ ہدف پورا ہوسکتا ہے چنانچہ آج بھی انسان دیکھتا ہے کہ ہر جگہ کچھ ذمہ دار اور فرض شناس شعرا وخطبا موجود ہیں جو بڑے اچھے اشعار اور بہترین اسلوب میں پیش کرتے ہیں جن کا بڑا اثر بھی ہوتا ہے۔ وہ اپنے مخاطب افراد کو بیدار کرتے ہیں، آگاہ کرتے ہیں، یہ ایسا عمل صالح ہے جس کے مساوی کوئی اور صدقہ جاریہ معاشرے کی پیشرفت میں اہم اور قیمتی نہیں قرار پا سکتا۔ اللہ کی بارگاہ میں اس طرح کے نیک اعمال بہت چیدہ چیدہ ہیں جن کی اتنی زیادہ اہمیت ہے، یہ بڑا اہم کام ہے۔ بحمد اللہ آپ کے پاس یہ خداداد نعمتیں ہیں۔ اچھی آواز، حسن ادائیگی، اچھی طرز، ان خصوصیات کے ساتھ آپ یہ مضامین بھی شامل کرلیں جن کی طرف میں نے اشارہ کیا تو اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریہ کے اہداف ومقاصد کی تکمیل کے سلسلے میں بڑی پیشرفت ہوگی۔

خوش قسمتی سے آج ہمارے پاس اچھے اشعار کی کمی نہیں ہے۔ اچھے شعرا، دیندار شعرا، گوناگوں مسائل کے میدانوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں، بہترین اشعار کہتے ہیں،

آج بھی ان میں سے بعض کے اشعار کا ہم نے لطف اٹھایا، محظوظ ہوئے، بڑے اچھے اشعار تھے۔ ماضی میں یہ رواج تھا کہ شعرا حضرات اشعار زبانی پڑھتے تھے، اب یہ قید باقی نہیں رہی تو آپ کا کام اور بھی آسان ہو گیا ہے۔ آپ جیب سے کاغذ نکالتے ہیں۔ اچھے اشعار کاغذ سے دیکھ کر پڑھے جا سکتے ہیں۔ تو یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جو ہمیں حاصل ہے۔

شعرا، نوحہ خواں اور خطباء کی صنف، ان وسیع صلاحیتوں کے ساتھ، ان امکانات کے ساتھ میری نظر میں ہمارے ملک اور ہمارے عوام کے لئے ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔ جو شعرا شعر کہتے ہیں اور نوحہ خواں وشعر خواں حضرات کا راستہ آسان کرتے ہیں وہ واقعی بہت بڑا کام انجام دے رہے ہیں۔ میں اللہ کی بارگاہ میں آپ سب عزیزوں کے لئے، خاص طور پر نوجوانوں کے لئے جن کے سامنے وسیع میدان موجود ہے، توفیقات کی دعا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ سب کو ماجور ومثاب فرمائے اور حضرت بقیۃ اللہ الاعظم ارواحنا فداہ کی نظر عنایت آپ سب پر ہو۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید علی خامنہ ای

21 اپریل 2014

دانشور خواتین سے خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب سے پہلے تو میں تمام خواتین کو خوش آمدید کہتا ہوں اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے یوم ولادت باسعادت کی مبارکباد پیش کرتا ہوں، خواتین سے منسوب اس ہفتے اور ماں کی قدردانی کے دن کی تہنیت پیش کرتا ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا روحانی مرتبہ و مقام بشریت کی منتخب ہستیوں میں بھی بڑا نمایاں اور بلند مقام ہے، آپ معصوم ہیں۔ عصمت بنی نوع بشر کے برگزیدہ بندوں میں بھی گنے چنے افراد کو ہی عطا کی گئی ہے اور شہزادی کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان میں سے ایک ہیں۔ اس حقیقی مسلم اور مجاہد فی سبیل اللہ خاتون نے اپنی تقریبا بیس سالہ عمر میں، روایتوں میں اختلاف ہے اور آپ کا سن مبارک اٹھارہ سے پچیس سال تک ذکر ہوا ہے، بہرحال اس مختصر سی عمر میں ایک نوجوان خاتون اتنے عظیم روحانی مدارج طے کرکے اولیاء وانبیاء اور ان جیسی ہستیوں کی صف میں کھڑی ہوجائے اور اولیائے الٰہی سے سیدۃ النساء العالمین کا لقب حاصل کرے!!! اس عظیم روحانی مرتبے کے ساتھ ساتھ نمایاں اور ممتاز خصوصیات وصفات کا ظہور اور آپ کی شخصی زندگی کی عظیم حصولیابیاں یہ سب سبق اور درس ہے۔ آپ کا تقوی، آپ کی عفت و طہارت، آپ کی مجاہدت، شوہر کی اطاعت، بچوں کی تربیت، سیاسی شعور، اس زمانے کے انسان کے تمام حیاتی شعبوں میں بھرپور شراکت، بچپن میں بھی نوجوانی میں بھی اور شادی کے بعد کے ایام میں بھی، یہ سب سبق ہے۔ صرف آپ خواتین کے لئے سبق نہیں بلکہ تمام

بشریت کے لئے سبق ہے۔ تو یہ موقع ہمارے لئے سنہری موقع ہے، اس موقعے پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی زندگی پر غور کرنا چاہئے، نئے زاویہ فکر سے اس زندگی کو دیکھنا اور سمجھنا چاہئے اور حقیقی معنی میں اسے اپنا نمونہ عمل قرار دینا چاہئے۔

جہاں تک ہمارے معاشرے، ہمارے ملک اور اسلامی نظام میں عورت کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس طرح کی مناسبتوں پر جب بھی میں مسلم خواتین، صاحب ایمان اور اعلی تعلیم یافتہ مستورات کو دیکھتا ہوں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ واقعی اسلامی نظام کے عظیم افتخارات میں ہے کہ اسلامی نظام کے زیر سایہ اتنی بڑی تعداد میں اعلی تعلیم یافتہ، اچھی فکر رکھنے والی، فرزانہ اور فکری و عملی لحاظ سے ممتاز خواتین ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ یہ بہت بڑی نعمت اور ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ آج تو صرف ایک صاحبہ نے ہی تقریر کی، اس سے پہلے بہت سی نشستوں میں ہم نے دیکھا کہ متعدد خواتین نے تقریریں کیں، سب نے اپنی گفتگو میں کوئی نیا دریچہ وا کیا، کوئی نئ فکر پیش کی۔ جس سے انسان کے ذہن میں ایک نیا زاویہ فکر پیدا ہوا۔ اس کثرت کے ساتھ ممتاز اور نمایاں صلاحیتوں کے مالک اور اچھی فکر کے حامل افراد کی تربیت کرنا اسلامی نظام کے اہم افتخارات کا جز ہے۔ آج جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے ملک کی خواتین کے نام گوناگوں موضوعات کی کتابوں، سائنسی کتب، تحقیقاتی کتب، تاریخی کتب، ادبی کتب، سیاسی کتب، فن و ہنر کے موضوعات پر لکھی جانے والی کتب ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ اسلامی جمہوری نظام کی اہم ترین تحریروں میں، خواہ وہ مقالات ہوں یا کتب، خواتین کی تصنیفات نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔ یہ ہمارے لئے بڑے افتخار کی بات ہے۔ یہ ہماری پوری تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ ہم نے مختلف ادوار دیکھے ہیں، ملک کی علمی و ثقافتی فضا سے ہماری آشنائی رہی ہے، ہم نے کبھی بھی دینی علوم کے میدان میں اور یونیورسٹیوں کے میدان میں کبھی بھی مختلف شعبوں کے اندر اس کثرت کے ساتھ مفکر اور اہل قلم نہیں دیکھے۔ اور پھر ان حالات میں ایرانی خاتون کا بالکل الگ اور نمایاں ظہور، الگ تشخص اور الگ شناخت کے

ساتھ سامنے آنا، مجاہدتوں کے میدان میں، مقدس دفاع کے میدان میں اور پھر اس کے بعد آج تک شہدا کی بیویاں، جنگ کے زخمیوں کی ازواج، شہدا کی مائیں، راہ خدا میں اپنی جان قربان کر دینے والوں کے پسماندگان، اپنے عزم محکم، پختہ ارادے، صبر وضبط کے سامنے ہر کسی کو سر تعظیم خم کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ میں جب بھی ان عظیم خواتین کو دیکھتا ہوں تو ان کے سامنے تواضع سے سر جھک جاتا ہے۔ شہدا کی ماؤں سے، شہدا کی ازواج اور جنگ کے زخمیوں کی ازواج سے میری ملاقات ہوتی رہتی ہے، یہ ایثار پیشہ خاتون جس نے جنگ میں زخمی ہو کر معذور ہو جانے والے اپنے شوہر کی زندگی کو چلانے اور سنبھالنے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی، یہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے، اسے زبانی طور پر بیان کر دینا تو آسان ہے۔ وہ ماں جس نے اپنے دو بیٹے، تین بیٹے اور چار بیٹے راہ خدا میں قربان کر دیئے اور پھر بھی ثابت قدمی کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے اور ہمیں بھی استقامت کی دعوت دیتی ہے، انسان کا سر تعظیم سے اپنے آپ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔ یہ ہے ہمارے معاشرے کی صنف نسواں کی حقیقت، جو بہت افتخار آمیز اور باعظمت حقیقت ہے۔ یہ ہمارے ملک میں خواتین کے باب کا روشن پہلو ہے۔

آج کی دنیا میں اور خود ہمارے ملک میں عورت کا مسئلہ ان اہم ترین مسائل میں ہے جن پر مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلی وجہ تو یہی ہے کہ دنیا کے ممالک کی آدھی آبادی خواتین پر مشتمل ہے۔ کیا طریقہ اپنایا جائے کہ یہ عظیم قوت وطن عزیز ایران اور ہر ملک کے مفاد میں صحتمندانہ انداز میں استعمال ہو؟ دوسری چیز یہ ہے کہ جنسیت کا مسئلہ خلقت کے حساس ترین اور ظریف ترین مسائل میں ہے، اسے کس طرح انسان کے ارتقاء کے لئے استعمال کیا جائے، بشریت کے انحطاط اور اخلاقی تنزل کے لئے نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان جو جنس کا فطری فرق ہے اس فرق کو سماجی اور خاندانی سطح پر کس طرح رائج کیا جائے کہ عورتوں پر ظلم وزیادتی کا سلسلہ ختم ہو؟ یہ بڑے اہم مسائل ہیں۔ اگر ہم انہی دو تین مسائل کو تفکر وتدبر اور غور وخوض کا محور قرار دیں تو

تحقیقاتی اقدامات اور مساعی کا ایک سلسلہ شروع ہوگا۔ عورتوں پر مظالم کے مسئلے میں کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ یہ پسماندہ سماجوں اور غیر مہذب معاشروں سے مختص ہے۔ آج کے نام نہاد تہذیب یافتہ معاشروں میں عورتوں پر ہونے والے مظالم دیگر سماجوں سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہیں۔ یہ اہم مسائل ہیں، ان کا جائزہ لیا جانا چاہئے، ان پر بحث ہونا چاہئے۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ملک کے اندر عدلیہ، مقننہ اور مجریہ سے آزاد ایک الگ مرکز کی ضرورت ہے، جو اس مسئلے پر کام کرے، تحقیقات انجام دے۔ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگر کوئی شخص عورت کے مسئلے کو خاندان اور کنبے کا مسئلہ نظر انداز کر کے زیر بحث لانا چاہتا ہے تو راہ حل کے ادراک اور تعین میں یقیناً مشکلات سے دو چار ہوگا۔ یہ دونوں ہی چیزیں ایک ساتھ زیر بحث لائی جائیں حالانکہ یہ دونوں الگ الگ موضوعات ہیں۔ اس طرح کے مرکز کی ضرورت ہے جس کا ہنوز قیام عمل میں نہیں آسکا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایسا کوئی اسٹڈی سنٹر نہیں ہے جو عورتوں کے مسئلے میں، ان موضوعات کو مدنظر رکھتے ہوئے جن کا ہم نے ذکر کیا اور اسی طرح دیگر اہم موضوعات کو نظروں کے سامنے رکھ کر ہمہ جہتی اور صحیح حکمت عملی تیار کرے، اس موضوع پر کام کرے، عملی اقدامات انجام دے۔ ایسا مرکز وجود میں آنا چاہئے، البتہ اس کے کچھ لوازمات اور تقاضے بھی ہیں۔

آج میں آپ کی خدمت میں دو تین نکتے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک نکتہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی مرکز میں جس کا ذکر ہوا یا کسی اور جگہ پر یا ادارے میں بیٹھ کر عورت کے مسئلے پر صحیح انداز میں غور وخوض کرنا چاہتے ہیں اور صحیح انداز میں آگے بڑھنا اور غلطیوں سے خود کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اہل مغرب کی رٹی رٹائی باتوں سے اپنے ذہنوں کو پوری طرح خالی کرنا ہوگا۔ اہل مغرب عورت کے مسئلے میں بالکل غلط نتیجے پر پہنچے ہیں اور انہوں نے بالکل غلط انداز میں کام کیا ہے۔ یہی غلط نتیجہ، غلط سوچ اور خانماں سوز گمراہ کن طرز عمل وہ سکہ رائج الوقت کی طرح دنیا میں عام کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر کسی نے ان کی سوچ کے خلاف ایک لفظ بھی بول دیا تو ان کے بڑے بڑے تشہیراتی ادارے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور کسی کو کچھ

بولنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔ اگر آپ عورت کے مسئلے میں درست حکمت عملی تک پہنچنا چاہتے ہیں اور اس کے ضروری لوازمات اور تقاضوں کی فراہمی کے ساتھ اس پر عملدرآمد کرنا اور دراز مدتی منصوبے کے تحت آگے بڑھنا اور منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں تو اپنے ذہنوں کو مغربی افکار و نظریات سے خالی کیجئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بالکل بے خبر رہیں۔ نہیں۔ ہم بے خبری اور لاعلمی کے حامی ہرگز نہیں ہیں۔ میں تو آگاہ اور باخبر رہنے پر تاکید کرتا رہا ہوں، لیکن ان نظریات اور افکار کو ماخذ اور محور قرار دئے جانے کا پوری طرح میں مخالف ہوں۔ عورتوں کے مسئلے میں مغرب والوں کے افکار، اہل مغرب کے نظریات ہرگز انسانی معاشرے کی صحیح ہدایت اور سعادت کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ان کے افکار، مادہ پرستانہ اور غیر روحانی رجحان پر مبنی ہیں، یہ اپنے آپ میں بہت بڑی خامی ہے۔ جو بھی علمی مکتب فکر مادہ پرستانہ عقیدے اور شناخت پر استوار ہوگا، فطری طور پر وہ غلط مکتب فکر ہوگا۔ کائنات اور قدرت کے حقائق کو دیکھنا اور سمجھنا ہے تو روحانی و الوہی نقطہ نظر کے ساتھ، وجود خدا پر اعتقاد کے ساتھ، قدرت الٰہیہ پر مکمل یقین کے ساتھ، اللہ کو ہر جگہ اور ہر آن حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے اس کی ربوبیت کے عقیدے کی بنیاد پر دیکھنا اور سمجھنا ہوگا۔ چونکہ اہل مغرب کی فکر و نظر کی بنیاد مادہ پرستی ہے لہٰذا غلط ہے۔ یہ رہی ایک بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ عورت کے معاملے میں مغربی انداز اور اسٹریٹیجی جیسا کہ صنعتی انقلاب کی تاریخ میں انسان بخوبی دیکھ اور محسوس کر سکتا ہے، بالکل تاجرانہ اور مادہ پرستانہ ہے۔ یعنی یورپ میں جہاں عورت کے مالکانہ حقوق نہیں ہوتے تھے بلکہ اس کے پاس جو کچھ ہوتا تھا مرد اور شوہر کی ملکیت سمجھا جاتا تھا، اسے خود اپنے مال میں کوئی تصرف کرنے کا حق نہیں ہوتا تھا، اسی طرح جب مغرب میں جمہوریت آئی تب بھی عورتوں کو رائے دہی کا حق نہیں تھا۔ اسی مغربی دنیا میں یکبارگی صنعتی انقلاب آتا ہے اور کارخانوں میں کم اجرت پر عورتوں کے کام کرنے کا مسئلہ، موضوع بحث بن جاتا ہے۔ تب اہل مغرب نے عورت کے لئے مالکانہ حقوق کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ تاکہ عورت کو کام کے لئے کارخانوں میں استعمال کیا جا سکے۔ عورت کو تنخواہ بھی کم دینا ہوتی تھی اور اس کے

علاوہ جب عورت کام کے لئے آتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے کچھ لوازمات اور نتائج بھی یقینی تھے جن کا آج تک ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ تو عورت کے معاملے میں اہل مغرب کی سوچ غیر روحانی اور مادہ پرستانہ ہے اور اس کے علاوہ اسی سوچ کی بنیاد پر جو پالیسیاں وضع کی گئیں اور جن کی وجہ سے یورپ میں خاص طور پر مغرب میں بالعموم جو حالات پیدا ہوئے وہ سب مادہ پرستانہ اور تاجرانہ طرز عمل کی وجہ سے پیدا ہوئے۔

عورت کے مسئلے میں مغرب کے نقطہ نگاہ سے اجتناب کے ناگزیر ہونے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ مغرب کے نقطہ نظر سے عورت شہوانی خواہشات کی تسکین کا ایک ذریعہ ہے، اس حقیقت کو چھپانا ممکن نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی دعویٰ کرے کہ نہیں جناب حقیقت امر یہ نہیں ہے، مگر انسان ان کی زندگی پر نظر ڈالے تو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہی طرز فکر حکمفر ما ہے۔ سماجی مقامات پر عورت کا لباس جتنا کم ہے اتنا ہی اچھا سمجھا جاتا ہے۔ وہ مردوں کے بارے میں اس طرح کی بات نہیں کرتے۔ رسمی پروگراموں میں مرد تو پورے لباس میں ہوتے ہیں کوٹ پینٹ، ٹائی اور نیک ٹائی پہنتے ہیں تب سرکاری اور رسمی تقاریب میں جاتے ہیں مگر انہی رسمی پروگراموں میں عورتوں کی وضع قطع کچھ اور ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے مرد کی ہوسناک نگاہوں کی تسکین کے علاوہ کوئی اور فلسفہ نہیں ہوسکتا۔ آج مغربی دنیا میں یہی ماحول ہے اور عورتوں پر مغربی ممالک میں جو مظالم ہو رہے ہیں ان میں بنیادی زیادتی اسی قسم کی ہے۔

میں اخبارات کے تراشے رکھنے کا عادی نہیں ہوں مگر کل یا پرسوں میں نے اخبار میں ایک چیز دیکھی، مجھے محسوس ہوا کہ بہت اہم ہے تو میں اسے لے آیا کہ آپ کو سناؤں۔ امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس کا عنوان ہے اقدام کا تقاضا یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور عورتوں کے خلاف وحشتناک زیادتیوں کے موضوع پر ہے۔ اس کتاب میں جمی کارٹر نے لکھا ہے، امریکہ میں ہر سال ایک لاکھ لڑکیاں کنیز کے طور پر فروخت کی جاتی ہیں۔ طوائف خانوں کے مالک لڑکیوں کو جو عام طور پر لاطینی امریکا یا افریقا کے ملکوں کی ہوتی ہیں، ایک ہزار ڈالر کی قیمت پر خرید لیتے ہیں۔ جمی

کارٹر نے کالجوں میں ہونے والی جنسی زیادتیوں کا بھی ذکر کیا ہے، مگر اس طرح کے پچیس واقعات میں سے محض ایک واقعے کی شکایت درج کرائی جاتی ہے۔ کارٹر نے اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ فوج میں جنسی زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں میں محض ایک فیصدی کے خلاف ہی کوئی قانونی کارروائی ہو پاتی ہے۔ یہ حالات دیکھ کر انسان سر پیٹ لیتا ہے! اس طرح کی خبریں آپ اخبارات میں کثرت سے دیکھتے ہیں، میں بھی پڑھتا ہوں، میں کبھی بھی ان خبروں کا حوالہ نہیں دیتا۔ مگر یہ بہرحال حقیقت ہے۔ جمی کارٹر ایک مشہور شخصیت ہے اور یہ کتاب جمی کارٹر کی تصنیف ہے۔ دنیا میں آخر یہ کیا حالات پیدا ہو گئے ہیں؟ یہ عورتوں کا کیسا احترام ہے؟ مغرب کا نامور قلمکار طوائف کے پیشے کو ایک باعزت پیشہ ظاہر کرنے کے مقصد سے ایک ناول لکھتا ہے جس کا فارسی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح فاحشاؤں کے دلال لاطینی امریکہ کے ممالک سے لڑکیوں کو سبز باغ دکھا کر لے جاتے ہیں اور فروخت کر دیتے ہیں، اس کتاب میں یورپ کے حالات بتائے گئے ہیں، امریکہ کے بارے میں نہیں ہے۔ اس کتاب میں جنسیات کو ایک باعزت پیشے کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ہے عورت کے بارے میں مغرب کی ثقافت اور سوچ، یہ ہے ان کی نظر میں عورتوں کا احترام ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ عورت کے بارے میں ہماری فکر و نظر درست اور منطقی ہو تو اس کی اولیں شرط یہ ہے کہ ہم عورتوں کے بارے میں اہل مغرب جو باتیں کرتے ہیں، روزگار کے بارے میں، انتظامی امور کے بارے میں اور جنسی مساوات کے بارے میں ان سے اپنے ذہنوں کو پاک کریں۔ مغربی نقطہ نظر کی عورتوں کے بارے میں ایک بہت بڑی خامی یہی جنسی مساوات کا مسئلہ ہے۔ انصاف ہمیشہ برحق ہوتا ہے مگر مساوات کبھی مطابق حق ہوتی ہے اور کبھی باطل۔ آخر جس انسان کو فطری ساخت کے اعتبار سے، جسمانی اعتبار سے بھی اور جذبات و احساسات کے اعتبار سے بھی انسانی زندگی کے ایک خاص شعبے کے لئے بنایا گیا ہے، اس خاص شعبے سے اسے الگ کر کے ایک اور شعبے میں جو کسی اور ساخت والے افراد

کے لئے اللہ تعالی نے خلق فرمایا ہے، گھسیٹیں؟ آخر کیوں؟ اس میں کون سی منطق ہے اور یہ کیسی ہمدردی ہے؟ مردوں کے کام عورتوں پر کیوں مسلط کئے جائیں؟ عورت کے لئے یہ کون سا افتخار ہے کہ وہ مردانہ کام سرانجام دے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ بعض اوقات خود خواتین اس مسئلے کا دفاع کرتی ہیں۔ مردوں میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ بیشک بہت سی چیزوں کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلام مرد وزن کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے انسانیت کے مسئلے میں، روحانی منزلیں طے کرنے کے مسئلے میں، بے پناہ فکری وعلمی صلاحیتوں کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن دونوں کے قالب الگ الگ ہیں۔ ایک قالب کسی کام کے لئے اور دوسرا قالب کسی اور قسم کے کاموں کے لئے ہے۔ البتہ کچھ کام مشترکہ ہیں۔ کیا یہ بہت بڑی خدمت ہے کہ ہم ایک پیکر کو اس کے خاص شعبے سے باہر گھسیٹ کر دوسرے پیکر سے مخصوص شعبے میں پہنچا دیں؟ مغرب والے یہی کام کر رہے ہیں۔ ان کے بہت سے بین الاقوامی کنونشنوں کی بنیاد یہی ہے۔ اسی غلط سوچ کی بنیاد پر انہوں نے انسانی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ خود کو تباہ کر ڈالا اور اب دوسروں کو بھی برباد کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ آپ محترم خواتین صاحب علم ہیں، صاحب فضل ہیں، ممتاز حیثیت کی مالک ہیں۔ میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ جب کسی نشست اور اجتماع میں خواتین تقریر کرتی ہیں تو مجھے بہت سی مفید باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ اسی جگہ جہاں اس وقت ہم جمع ہیں عورت اور خاندان کے سلسلے میں اسٹریٹیجک نظریات کی ایک نشست تھی۔ کچھ خواتین نے آ کر تقریریں کیں۔ میں حقیقت عرض کر رہا ہوں کہ جو نکات انہوں نے بیان کئے میں نے ان سے استفادہ کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر آپ عورت کے اساسی مسئلے، عورت کی مشکلات اور ہمارے وطن عزیز سمیت ہر جگہ صنف نسواں کو درپیش مسائل کے بارے میں غور وخوض کرنا چاہتے ہیں تو اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ خود کو، اپنے ذہن کو ان مغربی افکار سے جو جدید نما غلط روایتی اور رجعت پسندانہ افکار ہیں، آزاد کیجئے۔ ان افکار سے نجات حاصل کیجئے جن کا ظاہر نیا مگر باطن رجعت پسندانہ، ظاہر ہمدردانہ مگر باطن خیانت آمیز ہے۔ مغربی افکار سے آزاد نظریہ قائم کیجئے۔

دوسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور متون سے رجوع کیجئے۔ قرآن سے، سنت پیغمبر سے، احادیث سے، دعاؤں سے، اسلامی متون اور ائمہ علیہم السلام کے رفتار و گفتار سے اصلی اصولوں اور بنیادوں کو اخذ کیجئے۔ یہ وحی ہے، وحی کلام خدا ہے اور اللہ ہی ہمارا اور آپ کا خالق ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دین کے نام پر لوگوں کی زبان سے جو سنئے قبول کر لیجئے۔ نہیں۔ ان دینی باتوں پر عمل کیجئے جو استنباط کی صلاحیت و اہلیت رکھنے والے افراد صحیح روش کے مطابق پیش کریں۔ کتاب خدا، سنت پیغمبر، ائمہ علیہم السلام کی روش اور اقوال کو ماخذ قرار دیا جائے اور اس کی بنیاد پر طے کیا جائے کہ ہمیں عورتوں کے مسائل میں کیا حکمت عملی وضع کرنا چاہئے اور کیا راستہ اپنانا چاہئے۔

میری نظر میں یہ دو بنیادی کام ہیں۔ تیسرا اہم کام یہ ہے کہ خواتین کے مسائل کا احاطہ کرنے کے عمل میں حقیقتاً بنیادی مسائل پر توجہ دی جائے، دوسرے درجے کے فروعی مسائل پر نہیں۔ خاندان کا مسئلہ اور خاندان کے اندر عورت کے احترام، سکون و اطمینان اور تحفظ و سلامتی کا مسئلہ کلیدی مسائل میں ہے۔ کچھ اساسی مسائل ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔

آپ دیکھئے اور جائزہ لیجئے کہ خاندان کے اندر عورت کا سکون اور طمانیت سلب کر لینے والے اسباب و عوامل کیا ہیں؟ اس کوشش میں رہئے کہ قانون کے ذریعے، تبلیغ کے ذریعے اور دیگر مختلف روشوں کی مدد سے ان اسباب کو کیسے برطرف کیا جائے؟ یہ مسئلے کا بنیادی پہلو ہے۔ عورت گھر کے اندر سکون و چین کا سرچشمہ ہے، شوہر، بچوں بیٹی اور بیٹے کی آسودہ خیالی کا ذریعہ ہے۔ اب اگر خود اس عورت کو فکری و ذہنی سکون و آسودگی میسر نہ ہو تو وہ گھر میں پرسکون ماحول کیسے پیدا کر سکے گی؟! جس عورت کو توہین آمیز برتاؤ کا سامنا ہے، جس پر کام کا شدید دباؤ ہے وہ مالکن اور گھر کی منتظمہ کیسے بن سکتی ہے؟ جبکہ عورت گھر کی منتظمہ ہوتی ہے۔ یہ کلیدی مسئلہ ہے۔ یہ ان اساسی مسائل میں ہے جن پر ہمارے ماحول اور سماج میں خواہ وہ قدیمی ماحول ہو یا آج کا جدید ماحول، کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے۔ جبکہ اس پر توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔

گھر کے اندر عورت کو دوسرے درجے کی شئے گردانا جاتا ہے جو دوسروں کی خدمت پر مامور ہے۔ یہ تصور بہت سے لوگوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ بعض ہیں جو زبان سے اس کا اعتراف کرتے ہیں، برملا اظہار کرتے ہیں اور بعض لوگ ظاہر نہیں کرتے مگر دل میں ان کے بھی یہی سوچ ہے۔ یہ اسلام کی منشاء کے بالکل برخلاف ہے۔ میں نے یہ حدیث بارہا نقل کی ہے؛

اَلمَرأَۃُ رَیحانَۃٌ وَلَیسَت بِقَهرَمانَۃ [۱]

عربی کی رائج اصطلاحات میں قہرمان، کارگزار کو کہتے ہیں، مثال کے طور پر اس طرح کہتے ہیں ''اَمَرَ قَهرِمانَہُ بِکَذا''یعنی فلاں سرمایہ دار اور دولتمند نے اپنے قہرمان یعنی املاک کے امور کی دیکھ بھال پر مامور کارگزار کو حکم دیا۔ تو اسے کہتے ہیں قہرمان۔ اس حدیث میں ارشاد ہوتا ہے، یہ تصور نہ کرو کہ عورت گھر کے اندر تمہاری کارگزار ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے کام انجام دے۔ ایسا نہیں ہے۔ اب آپ دیکھئے یہ ایک مکمل باب ہے جس سے کئی فصلیں وا ہوتی ہیں، گھر کے اندر عورت کی محنت و جفاکشی کی اہمیت کا مسئلہ، اسے کاموں پر مجبور نہ کئے جانے کا مسئلہ، اس کے اس کام کی باقاعدہ اجرت ادا کرنے کا مسئلہ، یہ ساری فصلیں ہیں۔ یہ چیزیں اسلام میں ہیں، اسلامی فقہ میں موجود ہیں۔ جیسا کہ محترمہ نے اشارہ کیا واقعی ہماری فقہ بڑی ممتاز اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ فقہ ہے۔ مگر کچھ لوگ اس کی بعض باتیں لے لیتے ہیں اور بعض باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جبکہ کچھ چیزوں میں مغرب کے فرومایہ افکار سے ہم آہنگ کرنے کے لئے رد و بدل کر دیتے ہیں۔ یہ چیزیں ہم نے دیکھی ہیں۔

بعض لوگ مغرب والوں کی ناراضگی کے خوف سے بعض اسلامی احکامات کے حقائق میں، بالکل واضح اسلامی احکامات میں بھی تحریف کر دیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ

---

[۱] نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۳۱

اللّٰهِ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾

اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا
مان لو گے تو وہ تمہیں خدا کا رستہ بھلا دیں گے یہ محض خیال کے پیچھے
چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں[1]

جہل وخرافات کی دنیا میں رائج افکار کی پیروی نہیں کرنا چاہئے، اسلامی افکار کی نشاندہی کرکے ان افکار کے مطابق چلنا چاہئے خواہ اس کی کچھ لوگ برائی ہی کیوں نہ کریں۔

یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔تو ضروری ہے کہ اہم مسائل کی نشاندہی کی جائے۔ میری نظر میں ایک اصلی موضوع اور کلیدی مسئلہ گھر اور خاندان کا ہے۔گھر کے ماحول میں عورت کا تحفظ، خاندان کے اندر عورت کو مواقع کی فراہمی، صلاحیتوں کو نکھارنے کے مقصد سے کی جانے والی گھرداری اس کی تعلیم میں رکاوٹ نہ بننے پائے، اس کے مطالعے میں مخل نہ ہو، اس کے فہم وادراک اور تحریر وتصنیف کے سد راہ نہ بنے۔ جو خاتون ان چیزوں کا شوق رکھتی ہے اسے سازگار ماحول اور حالات فراہم کرنا چاہئے۔ یہ ایک اساسی چیز ہے۔

عورتوں کی ملازمت اور روزگار کا مسئلہ کلیدی اور اصلی مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ ہم عورتوں کے روزگار اور ملازمت کی مخالفت نہیں کرتے۔ میں نہ تو ان کی ملازمت کا مخالف ہوں، نہ اعلی عہدوں پر فائز ہونے کی مخالفت کرتا ہوں، مگر اس وقت تک جب تک یہ ملازمت ان اصلی اور کلیدی مسائل سے متصادم نہ ہو جائے۔ اگر متصادم ہو تو پھر ترجیح اسی اصلی اور کلیدی مسئلے کو حاصل ہوگی۔ اس تیسرے میدان میں جس کا ہم نے ذکر کیا جو اہم کام انجام پانا چاہئے وہ یہ ہے کہ جائزہ لیا جائے کہ ان اوصاف اور خصوصیات کی مالک خواتین کے لئے مناسب پیشے اور کام کون سے ہیں؟ بعض پیشے ایسے ہیں جو صنف نسواں کے لئے مناسب نہیں ہیں تو وہ ان کی طرف نہ جائیں۔ اسی طرح تعلیم کے دوران ان پیشوں کی طرف لے جانے والے سبجیکٹ خواتین پر مسلط نہ کئے جائیں۔ یہ جو یونیورسٹی اور تعلیم کے

---

[1] سورۂ انعام:۱۱۶

مسئلے میں بعض لوگ ہنگامہ آرائی کرتے ہیں کہ تعلیم میں بھی تفریق و امتیاز ہے تو حقیقت یہ ہے کہ تفریق ہر جگہ بری نہیں ہوتی۔ تفریق وہاں بری ہے جہاں ناانصافی کا باعث بنے۔ ورنہ آپ فرض کیجئے کہ آپ کسی فٹبال ٹیم میں ایک کھلاڑی کو اسٹرائیکر کی جگہ رکھتے ہیں، کسی کھلاڑی کو ڈیفنس کے لئے رکھتے ہیں، کسی کھلاڑی کو گول کیپر بناتے ہیں، یہ بھی تفریق ہے۔ اگر ڈیفنس کرنے والے کو آپ اسٹرائیکر بنا دیں تو ٹیم شکست کھا جائیگی، جو اسٹرائیکر ہے اگر اسے آپ گول کیپر بنا دیں جو اس کی مہارت نہیں رکھتا تو ٹیم کو شکست ہوگی۔ یہ بھی تفریق ہے مگر یہ تفریق انصاف کے مطابق ہے۔ کسی کو کسی مقام پر اور دوسرے کو کسی اور مقام پر رکھا جاتا ہے۔ تو ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ دراز مدتی اہداف کے پیش نظر کون سے سبجیکٹ اور موضوعات خواتین کے لئے مناسب اور مفید ہیں وہی موضوعات انہیں دئے جائیں۔ لڑکیوں کو مجبور نہ کیا جائے کہ آپ چونکہ داخلے کے امتحان میں فلاں پوزیشن حاصل نہیں کرسکیں اور آپ کو اتنے نمبر نہیں ملے لہٰذا آپ فلاں سبجیکٹ نہیں پڑھ سکتیں، آپ کو تو بس فلاں موضوع ہی دیا جائے گا، حالانکہ وہ موضوع نسوانی مزاج سے مطابقت رکھتا ہے نہ ہی اعلی اہداف کے لئے سازگار ہے اور نہ ہی اس موضوع کی تعلیم کے نتیجے میں جو کام اس طالبہ کو ملنے والا ہے وہ اس کے لئے مناسب ہے۔ عورتوں کی تعلیم کے سلسلے میں میرے اعتبار سے ان چیزوں پر توجہ دینا ضروری ہے۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے کہ عورت وہ سارے کام نہیں کرسکتی جو کام مرد انجام دیتا ہے۔ بالکل نہیں۔ عیب تو اس پیشے اور کام میں ہے جو عورتوں کی خداداد فطرت وطبیعت سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ تو یہ میرے معروضات ہیں، البتہ میں نے کچھ اور چیزیں بھی نوٹ کی تھیں مگر آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

عورتوں کا مسئلہ بڑا اہم ہے اور اس مسئلے کو بہترین انداز سے خود خواتین ہی حل کر سکتی ہیں۔ ہمارے یہاں اعلی تعلیم یافتہ، اچھی فکر کی مالک، باصلاحیت، اچھا قلم اور اچھا اسلوب بیان رکھنے والی خواتین کی کمی نہیں ہے۔ آج ہمارے ملک میں ماشاء اللہ ایسی خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم نے یہ عرض کیا کہ وطن عزیز کی پوری تاریخ میں کبھی بھی

اتنی تعداد میں اعلیٰ تعلیم یافتہ، نمایاں صلاحیتوں کی مالک خواتین نہیں رہیں۔ نہ دینی علوم کے شعبے میں اور نہ یونیورسٹیوں کے اندر۔ اس کثیر تعداد میں اہل قلم خواتین، اتنی شاعرات، اس کثرت کے ساتھ محقق خواتین، مختلف شعبوں میں تحقیقاتی کام انجام دینے والی خواتین پہلے نہیں تھیں مگر اسلامی نظام کی برکت سے آج ہمارے پاس یہ نعمت ہے۔ یہ سب اسلام کی برکت ہے، یہ اسلامی جمہوریہ کی برکت ہے، عورت کے سلسلے میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے روشن نقطہ نگاہ کی برکت سے ہے۔ یہ صورت حال ہمارے ملک میں پہلے کبھی نہیں رہی۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اس کی توفیقات پر سجدہ ریز ہونا چاہئے اور توفیقات میں اضافے کی دعا کرنا چاہئے، ان توفیقات پر بار بار شکر ادا کرنا چاہئے۔ شکر ادا کرنے کا طریقہ وہی جو ہم نے عرض کیا کہ اللہ کی جانب سے ملنے والی تعلیمات پر توجہ دی جائے اور مادہ پرستانہ ہدایات سے جو اہل مغرب اور امریکیوں کی جانب سے آ رہی ہیں، جنہیں وہ بڑی ڈھٹائی سے پیش کر رہے ہیں اور ہنگامہ آرائی کر رہے ہیں، روگردانی کی جائے۔ ان کی ان ہدایات کے خلاف کوئی لب کشائی کرے تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں، لیکن ان کی اس تشہیراتی یلغار پر توجہ نہیں دینا چاہئے بلکہ اپنے راستے پر آگے بڑھنا چاہئے۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید علی خامنہ ای

20 اپریل 2014

سیرت زہرا علیہا السلام ہمارے لئے نمونہ عمل ہے

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

اللہ تعالی اس عید سعید کو اس عظیم یوم ولادت کو تاریخ اسلام کے اس مسعود دن کو آپ تمام بھائیوں بہنوں، ذاکرین وشعرا اور مناقب حضرت زہرا بیان کرنے والے حضرات نیز تمام ملت ایران کے لئے بابرکت قرار دے۔ اللہ تعالی کا اپنے پورے وجود سے شکر گزار ہوں کہ اس نے یہ مہر آمیز قلوب اور یہ خروشاں جذبہ محبت کسی سرمائے کی مانند ہماری قوم کے لئے، ہماری خوش بختی کے لئے اور ہماری عزت وآبرو کے لئے مرحمت فرمایا۔ اگر ان الہی وربانی ہستیوں کا عشق وعلاقہ اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت ومودت (ہمارے دلوں میں) نہ ہوتی تو شیعہ مسلک اپنی تمام تر مستحکم تعلیمات کے باوجود تاریخ اور وقت کے پر پیچ وخم راستے میں ان دشمنیوں کا سامنا ہونے کے بعد باقی نہ رہ پاتا۔ ان جذبات کو، اس جوش وولولے کو معمولی شئے نہیں سمجھنا چاہئے۔ بے شک حق بات کو ثابت کرنے کے لئے منطقی استدلال کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور منطق وفلسفے کی مدد کے بغیر حق بات کو بھی باقی رکھ پانا ممکن نہیں ہے لیکن حق کی جانب میلان ورحجان کا یہ پھیلتا دائرہ اور طول تاریخ اسلام میں اس حق کی بقاء محبت ومودت اور قلبی وجذباتی علاقہ ولگاؤ کے بغیر ممکن نہ تھی۔ چنانچہ آپ دیکھئے کہ آغاز اسلام سے اب تک فکری وعقلی امور قلبی وجذباتی رابطوں سے منسلک رہے ہیں۔

آپ تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے ایام میں یعنی ہجرت پیغمبر کے آٹھ سال بعد، وضو کر رہے ہیں اور آپ کے اصحاب کرام آپ کے چہرے سے ٹپکنے والے وضو کے پانی کے قطرے جمع کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی

کوشش کرتے ہیں، تا کہ ان قطروں کو بعنوان تبرک اپنے چہروں پر ملیں تو وہی قلبی رشتے اور علاقے کی نشانی ہے۔ یہ قلبی خضوع وخشوع اور نبوی تعلیمات ومعارف پر عقیدہ ویقین رکھنے سے الگ ایک چیز ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو ابوسفیان جیسے بدترین دشمن کو حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ اس نے یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگا کہ میں نے بہت سلطنتیں، حکومتیں اور طاقتیں دیکھیں لیکن کسی کو اس طرح لوگوں کے دلوں میں جگہ بناتے نہیں دیکھا جس طرح آج میں اسلام کی طاقت کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ قلبی اور جذباتی رشتہ ہے۔ اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔

صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تاریخ بشر کی سب سے عظیم خاتون، افتخار اسلام، اس دین اور اس قوم کے لئے مایہ ناز ہستی ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مقام ومرتبہ ایسا عظیم مقام ومرتبہ ہے کہ ہم جیسے معمولی انسانوں کے لئے اس کا تصور ناممکن یا پھر بے حد دشوار ہے۔ کیونکہ وہ معصوم ہیں۔ فرائض اور منصب کے اعتبار سے نہ تو آپ پیغمبر ہیں اور نہ ہی منصب کے اعتبار سے امام یا جانشین پیغمبر، لیکن آپ کا رتبہ پیغمبر وامام کی مانند ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام بھی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا نام بڑے احترام اور عقیدت سے لیتے تھے۔

اس باعظمت ہستی کی پوری زندگی میں ایک طرف علم وحکمت اور عرفان ومعرفت موجزن ہے اور نتیجے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے معروف خطبہ فدکیہ میں جسے تمام شیعہ علما نے نقل کیا ہے اور ساتھ ہی بعض سنی علمائے کرام نے بھی اس کے چند فقرے اور بعض نے پورا خطبہ نقل کیا ہے۔ جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو خطبے میں حمد وثنائے پروردگار والے حصے میں، تمہیدی حصے میں آپ کی زبان سے علم ومعرفت لامتناہی سلسلہ جاری وساری نظر آتا ہے جو آج ہمارے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے حالانکہ آپ مقام تعلیم میں نہیں تھیں، علم ودانش کے موضوع پر خطبہ نہیں دے رہی تھیں، یہ تو ایک سیاسی بحث تھی۔ ہماری قوت ادراک جس بلندی تک جا سکتی ہے اتنے باعظمت معارف اور الٰہی تعلیمات ہمیں اس خطبے میں ملتے ہیں۔ اس خطبہ مبارکہ میں الٰہی معرفتوں اور تعلیمات کا ذکر ہے۔ دوسری جانب آپ کی

زندگی مجاہدت و جانفشانی سے پر نظر آتی ہے۔ ایک جانباز اور فداکار سپاہی کی مانند آپ مختلف شعبوں میں فعال اور سرگرم کردار ادا کرتی نظر آتی ہیں۔ بچپنے سے ہی مکے میں، شعب ابو طالب میں، اپنے والد گرامی کی معاونت و مدد سے لیکر مدینہ میں زندگی کے دشوار مراحل میں حضرت امیر المومنین کی ہمراہی و معیت تک، جنگوں میں، غربت میں، خطرات میں، مادی زندگی کی سختیوں اور گوناگوں مشکلات میں، پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد حضرت علی کو پیش آنے والے پرمحن دور میں، خواہ وہ مسجد النبی ہو یا علالت کا زمانہ ہر لمحہ آپ مجاہدت و سعی وکوشش میں مصروف رہیں، ایک مجاہد حکیم کی مانند، ایک مجاہد عارف کی طرح۔ نسوانی فرائض کے نقطہ نگاہ سے بھی آپ نے زوجہ اور ماں کا کردار ادا کرنے، بچوں کی تربیت اور شوہر کی خدمت کا ایک مثالی نمونہ پیش کیا۔ اس باعظمت ہستی کا امیر المومنین علیہ السلام سے جو خطاب نقل کیا گیا ہے وہ امیر المومنین علیہ السلام کے تئیں آپ کی فرماں برداری و اطاعت شعاری اور خضوع وخشوع کی علامت ہے، اس کے علاوہ بچوں کی تربیت، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جیسے بچوں کی تربیت اور حضرت زینب علیہا السلام جیسی ہستی کی تربیت یہ ساری چیزیں نسوانی فرائض کی ادائیگی، تربیت اولاد اور نسوانی مہر ومحبت کے اعتبار سے ایک نمونہ خاتون کی علامتیں اور نشانیاں ہیں اور یہ ساری کی ساری خصوصیات وصفات اٹھارہ سال کی عمر میں! ایک اٹھارہ انیس سالہ لڑکی جس میں یہ روحانی و اخلاقی خوبیاں ہوں، جس کا یہ طرز سلوک ہو وہ کسی بھی معاشرے، کسی بھی تاریخ اور کسی بھی قوم کے لئے قابل فخر اور مایہ ناز ہستی ہے۔ اس عظیم ہستی کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ ان معارف اور حقائق سے آگاہی پا کر انسان آپ کے اخلاق و کردار سے آشنا ہوتا ہے لیکن اگر جذباتی لگاؤ نہ ہو، محبت نہ ہو، وہ اشتیاق وعقیدت نہ ہو، جس کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں خواہ مصیبتیں سن کر یا منقبت بیان کئے جانے کے وقت، تو انسان کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پائے گا۔ یہ ایک الگ بات ہے۔ یہی روحانی و دینی رابطہ اور رشتہ ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔

تاریخ تشیع کے آغاز سے اب تک اس مکتب فکر کا ایک بنیادی اور اساسی عنصر یہ

جذباتی رشتہ رہا ہے۔ البتہ منطق پر استوار جذباتی رشتہ، حقائق پر مرکوز جذباتی رشتہ، جھوٹے جذبات پر استوار رشتہ نہیں۔ چنانچہ آپ قرآن میں بھی دیکھتے ہیں کہ اجر رسالت ہے، قرابت داروں سے محبت وعقیدت۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ

کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی محبت (تو چاہیئے)۔[1]

یہ بہت اہم نکتہ ہے جس پر توجہ دینا چاہیئے۔ اس محبت وعقیدت کے باب میں کوئی غلط فہمی پیدا کرنا خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو، اہل بیت اطہار سے محبت وعقیدت اوران کی پیروی کے عظیم مکتب فکر سے خیانت ہے۔ اس محبت وعقیدت کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام کے دور میں محدثین اورفقہا کی ایک بڑی تعداد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی خدمت میں حاضر رہ کر تعلیمات اور احکام نقل کرتی تھی۔ شرعی باتیں نقل کرتی تھی، اخلاقی اقدار نقل کرتی اور اسے تحریری شکل دیتی تھی لیکن غور کیجئے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان تمام لوگوں کے درمیان دعبل خزاعی پر خاص توجہ ہے، سید حمیری پر خاص نگاہ ہے، کمیت ابن زید پر خاص التفات ہے۔ ائمہ علیہم السلام کی درس گاہ میں زرارہ اور محمد ابن مسلم جیسی عظیم ہستیاں نظر آتی ہیں لیکن امام علی رضا علیہ السلام دعبل پر خاص نظر عنایت رکھتے ہیں، امام جعفر صادق علیہ السلام سید حمیری پر خاص نظر لطف رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قلبی اور جذباتی رشتہ جو شعرا کے اشعار میں، مدح خوانوں کی مدح سرائی میں اور ذاکرین کے ذکر میں بخو اتم پایا جاتا ہے وہ دوسروں کے ہاں نہیں ملتا اور اگر ملتا بھی ہے تو کمزور ہوتا ہے یا یوں کہیں کہ خاص موثر نہیں ہوتا۔ تاریخ تشیع میں شعر، تذکرے اور مدح سرائی میں یہ خصوصیت بخو اتم موجود ہے۔

آپ حضرات کی اکثریت ذاکر و مداح اہل بیت کی ہے تو یہ آپ کے لئے ایک

---

[1] سورۂ شوریٰ: ۲۳

بلند مرتبہ ہے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ نے جو پیشہ اختیار کیا ہے اور جو فرائض اپنے دوش پر اٹھائے ہیں اس کی حقانیت ثابت کروں، یہ تو ثابت شدہ ہے۔ آپ اپنی رغبت و چاہت سے اس وادی میں وارد ہوئے ہیں، انشاء اللہ آپ رحمت الٰہی کے حقدار اور اہل بیت علیہم السلام کی توجہ و التفات کے مستحق قرار پائیں گے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس طرز فکر کو بخوبی پہچاننا چاہئے اور جو چیز ائمہ علیہم السلام کی توجہ کا مرکز ہے اس سے فیض یاب ہونا چاہئے۔ میں ذاکرین اہلبیت اطہار کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ کا یہ عمل بڑا باشرف اور اہم عمل ہے۔ تشیع کی بقا میں، شیعیت کے ایمان کی حفاظت میں اور پیروی اہل بیت کے سلسلے میں اس کا بڑا اہم کردار ہے۔ آپ اس کی قدر کیجئے۔

بیس سال سے زائد عرصے سے ہر سال آج کے دن یہ نشست منعقد ہوتی ہے۔ شعراو ذاکرین اور شاعری و سخنوری کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی جا چکی ہیں۔ ہم نے بھی عرض کی ہیں، ویسے اچھے اقدامات، اچھی پیشرفت بھی دیکھنے میں آ رہی ہے لیکن میں یہ کہوں گا کہ گنجائش اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس سالانہ جلسے میں شرکت کرنے والے حضرات سے شائد میں یہ بات کئی بار کہہ چکا ہوں کہ کبھی ممکن ہے کہ آپ کا ایک شعر ایک ماہر مقرر کی ایک گھنٹے کی مدلل تقریر سے زیادہ موثر ثابت ہو۔ تو اس میدان میں گنجائش بہت زیادہ ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اس طریقے کا استعمال کر کے اور جذباتی پہلوؤں کی مدد سے معارف اہل بیت کو ملک کے گوشے گوشے میں جا کر لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اتارا اور مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ آج ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس کی دائمی احتیاج ہے۔ ہمیں اپنے ایمان کو مستحکم بنانے کی ضرورت ہے، اسے پائیدار بنانے کی ضرورت ہے۔ دشمن کی مختلف النوع تشہیراتی مہم ہمیں ورغلا نہ دے، اس کے لئے ہمیں ہمیشہ اس چیز کی ضرورت ہے۔ اس وقت حق و صداقت کے دشمن، اسلام کے دشمن، معرفت اہل بیت اطہار کے دشمن موثر حربوں کے ساتھ میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ آج وہ ہمیشہ سے زیادہ لیس ہیں، مختلف طریقے استعمال کر رہے ہیں کہ اس

معاشرے کو جس نے حق کے لئے قیام کیا اور پورے عالم اسلام کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی، جس نے سامراج کے پنجے کو مروڑ کیا، اسے یعنی جمہوری اسلامی معاشرے، یعنی ایران اسلامی کے معاشرے کو کمزور کر دیں، اس کی طاقت وتوانائی محدود کر دیں، مسلمان قوموں اور امت اسلامیہ کی نگاہ میں اس کے عز و وقار کا خاتمہ کر دیں۔ وہ ان کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ ایرانی عوام نے ان تیس برسوں میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ ملت ایران کے دشمن بڑے ڈھیٹ لوگ ہیں۔ تمام تسلط پسند، لٹیرے، بڑے سرمایہ دار، طاقتور گینگ، دولت وثروت کے مافیائی گروہ آپ کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔ آپ نے ان لوگوں پر لگام لگائی ہے، ان کے لئے مشکلیں ایجاد کی ہیں۔ ملت ایران نے ان تیس برسوں میں بڑا موثر کردار ادا کیا ہے۔ یہ جو دشمنی برتی جارہی ہے، ملت ایران سے جو یہ کینہ نکالا جارہا ہے وہ بلا وجہ نہیں ہے۔ اگر آپ نے اس لوٹ اور غارت گری کا راستہ بند نہ کیا ہوتا، اگر سامراجی طاقتوں کے تسلط اور توسیع پسندی کی راہ میں مشکلات اور دشواریاں کھڑی نہ کی ہوتیں تو آپ سے اس طرح دشمنی نہ نکالی جاتی۔ آج یہ دشمن اس کوشش میں ہیں کہ ملت ایران کو جوش وجذبہ بھر دینے والے سرچشمے یعنی روشن و مدلل عقیدے و ایمان سے محروم کر دیں۔ وہ طرح طرح کی روشیں استعمال کرتے ہیں، باطل کی ترویج کرتے ہیں، گوناگوں مشغلے ایجاد کرتے ہیں، فکری مشغلے پیدا کرتے ہیں، شہوانی باتوں کی ترویج کرتے ہیں، سیاسی ایشو چھیڑتے ہیں، فتنہ پروری کرتے ہیں، یہ سب ایک ہی منصوبے کے مختلف حصے ہیں۔ اب ان کے مقابلے میں کیا کرنا چاہئے؟ اس ایمان کی تقویت کرنی چاہئے جو ملت ایران کے قیام اور ثابت قدمی و پائیداری کا سرچشمہ ہے۔

اس عظیم کام کی انجام دہی میں جو چیزیں موثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوسکتی ہیں ان میں ایک یہی اسلامی تعلیمات اور روحانی وانقلابی معارف کی واضح اور روشن طریقے سے ترویج کرنا اور دلوں کو محبت اہل بیت سے معمور اور انسانی وجود کو ان کے عشق سے معطر کرنا ہے۔ یہ

فریضہ آج ہم سب کے دوش پر ہے۔اس فریضے کا ایک حصہ شعراء کے دوش پر ہے جو بہت اہم حصہ بھی ہے۔آپ کو اپنے فن کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔جب آپ مدح سرائی کے لئے کھڑے ہوں تو آپ کے اندر یہ احساس پیدا ہونا چاہئے کہ آپ مبلغ دین کی حیثیت سے، دینی حقائق کا پیغام نشر کرنے والے کی حیثیت سے بہت موثر جگہ پر کھڑے ہیں۔ جب یہ احساس پیدا ہو جائے گا تو آپ شعر کا انتخاب بھی احتیاط سے کریں گے، ادائیگی اور پیش کرنے کے انداز کے سلسلے میں بھی احتیاط سے کام لیں گے۔ جو لوگ اس فریضے کی ادائیگی کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے کچھ محدودیتیں ہوتی ہیں، کچھ باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ کام خود آپ حضرات کو کرنا ہے۔آج اگر کوئی سوال کرے کہ جناب ''مداحی یا روضہ خواں'' کے پیشے کے لئے کیا چیزیں ضروری ہیں؟ اگر کوئی ''مداح'' بننا چاہتا ہے تو اسے کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ جواب میں آپ دو تین چیزیں گنوائیں گے۔آپ کہیں گے کہ اس کی آواز اچھی ہو، اچھا حافظہ ہو کہ اشعار یاد کر سکے، ساتھ ہی مزاج بھی مداحی کا ہو۔ ایک انسان بس اچھی آواز اور اچھے حافظے کی بنا پر ''مداح یا روضہ خواں'' بن جائے! میری نظر میں اتنا ہی کافی نہیں ہے۔آپ ''مداح یا روضہ خواں'' کو ایک معلم کی حیثیت سے دیکھئے جو اپنے سامعین کو کچھ چیزیں سکھانا چاہتا ہے۔آپ سب میں اس کی صلاحیت ہے۔ کسی کو اس دائرے سے باہر نہیں نکالنا چاہئے۔جس میں بھی یہ شوق ہے آگے آئے۔ بہت اچھی بات ہے لیکن اپنے اندر اس کی صلاحیت پوری طرح پیدا کرے۔

آپ جو اشعار پڑھیں وہ معرفت کے اشعار ہوں، سبق آموز اشعار ہوں۔خواہ حالات حاضرہ سے متعلق ہوں جیسے آج بعض صاحبان نے اشعار پڑھے جن میں معاشرے کے موجودہ مسائل کو موضوع بنایا گیا تھا، یہ بہت اہم چیز ہے، اگاہی بخش عمل ہے۔خواہ دوسرے اشعار ہوں جن کا موضوع کچھ اور ہو۔مثال کے طور پر آپ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو شناخت کرانا چاہتے ہیں تو اس انداز سے متعارف کرائیے کہ مسلمان انسان، مسلمان خاتون، مسلمان نوجوان اس سے سبق حاصل کرے۔اس سراپا

تقدس و پاکیزگی، جہاد وسعی، حکمت ومعنویت ہستی کے تئیں اپنے دل میں خضوع وخشوع کے جذبات اور یگانگت کا احساس کرے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ انسان کمال کی جانب راغب و مائل ہے۔ اگر ہو سکا تو ہم اپنے اندر کمالات پیدا کرتے ہیں اور اگر ممکن نہ ہوا تو جو بھی صاحب کمال ہے اس کی جانب فطری طور پر راغب ہو جاتے ہیں۔ تو ہمیں چاہئے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذوات مقدسہ میں پائے جانے والے کمالات کو سامعین کے سامنے پیش کریں اور ہمارا سامع شعر کے پیرائے میں مقفیٰ کلام کی صورت میں اور ساتھ ہی اچھی آواز میں پیش کئے جانے والے معرفت کے اس جام کو نوش کرے جو اس کے پورے وجود میں اتر جائے۔ یہ کام بہت سے مقررین نہیں کر پاتے، بہت سے فنکار اس سے قاصر نظر آتے ہیں، اساتذہ عاجز دکھائے دیتے ہیں لیکن آپ اس پر قادر ہیں۔ میں نے بارہا سفارش کی ہے اور ایک بار پھر اس کا اعادہ کرنا چاہوں گا کہ آپ اپنے بیان کو دو حصوں میں تقسیم کیجئے۔ ایک حصہ اخلاقیات اور تعلیمات پر مبنی ہو، ہمیں آج اخلاقیات کی اشد ضرورت ہے، تعلیمات کی بے حد ضرورت ہے۔ ضروری ہو گیا ہے کہ ہماری موجودہ نسل، ہماری نوجوان نسل امید و بلند ہمتی سے سرشار، مستقبل کے تعلق سے اچھی فکر کی مالک، مومن باللہ اور اہل بیت اطہار سے قلبی وابستگی رکھنے والی ہو۔ ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اسلامی مملکت ایران سے اپنے تعلق پر فخر کریں، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ پر فخر کریں، اسلامی جمہوریہ پر فخر کریں، اپنے دین و مذہب پر فخر کریں اور پیروی اہل بیت پر نازاں رہیں۔ آج ہمیں ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اس نظریے کا حامل ہو کہ اس کا مستقبل، اس کے معاشرے کا مستقبل اور اس کے اس عظیم کنبے کا مستقبل اس کی محنت ومشقت اور جانفشانی پر منحصر ہے۔ وہ محنتی ہو، اہل عمل ہو، سنجیدہ و متین ہو، تندہی سے کام کرنے والا ہو، سست، کاہل اور لاابالی نہ ہو۔ یہ تربیت کیسے کی جا سکتی ہے؟ آپ اس میں اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کے بیان کے ایک حصے میں ایسے اشعار ہوں جو ان مفاہیم کی ترویج کریں۔ بیان کا سب سے

بہترین اسلوب بالواسطہ بیان ہے۔

اچھے اشعار کی صورت میں آپ معارف اہل بیت کی ترویج کیجئے، اسی مقام پر شعرا کے کردار کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔آج خوش قسمتی سے ہمارے ہاں اچھے شعرا کی کمی نہیں ہے۔آج ہی جو اشعار یہاں پڑھے گئے، بہت اچھے اشعار تھے۔آج بحمد اللہ اچھے شعراء، خوش اسلوبی بیان کے مالک افراد جو حقائق کی ادائیگی اور انہیں شعری پیرائے میں ڈھالنے میں مہارت رکھتے ہیں، موجود ہیں، ان افراد کو تلاش کیجئے۔آپ ''مداح'' ہیں اگر آپ اچھے اشعار کے متلاشی ہوں تو شاعر کا چشمہ شعری بھی اپنی فیاضی شروع کر دے گا۔ آپ کو ضرورت ہوگی تو شاعر شعر کہے گا۔جب آپ شاعر کا کلام پیش کریں گے تو شعر لکھنے کا اس کا شوق اور بھی بڑھ جائے گا، اس طرح دوطرفہ فروغ وجود میں آئے گا۔شاعر آپ کی مدد کرے گا اور آپ شاعر کی معاونت کریں گے۔

آپ کے بیان کا دوسرا حصہ اہلبیت علیہم السلام کی مدح سرائی اور مصائب کے بیان پر مبنی ہونا چاہئے۔مصائب پڑھنے کے سلسلے میں ہم نے اسی جلسے میں کئی بار اور دوسرے مواقع پر بھی یہ عرض کیا کہ واقعے کی صحیح ترجمانی ہونی چاہئے۔یہ صحیح ہے کہ آپ اپنے مخاطب کو گریاں دیکھنا چاہتے ہیں لیکن گریے کے لئے آپ واقعے کی ترجمانی کے اپنے انداز اور اسلوب کو موثر بنایئے ایسی باتیں نہ پڑھئے جن کا اصلی واقعے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ماضی میں ہمیں معلوم ہے بعض افراد مجلسوں میں ایسی باتیں پڑھتے تھے جو اصلی واقعے سے الگ ہیں، دوران مجلس اچانک ذہن میں بات آئی اور لگا کہ سامعین کو رلانے کے لئے مناسب ہے فورا پڑھ ڈالا اور سامعین کو گریہ کروا دیا۔یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔لوگوں کے آنسو نکالنا مقصود نہیں ہے۔مقصود اس غمگیں دل کو پاکیزہ معرفتوں سے متصل کر دینا ہے جو آنکھوں میں اشک پیدا کرتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں، البتہ فن کی مدد سے۔

ہمارے ہاں مشہد میں ایک ''مداح یا روضہ خواں'' بڑے معروف تھے، رکن الواعظین۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔یہ پچاس سال پرانی بات ہے۔وہ منبر پر جاتے تو

سامع حضرات کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو جاتی۔ وہ بارہا یہ بات کہتے تھے کہ میں کبھی بھی نیزہ و خنجر کا نام نہیں لیتا، واقعی ایسا ہی تھا۔ میں نے بارہا انہیں دیکھا اور سنا۔ واقعے کی اتنی فنکارانہ انداز میں ترجمانی کرتے تھے کہ مجلس منقلب ہو جاتی تھی۔ کبھی نہیں کہتے تھے کہ قتل کر دیا کبھی نہیں کہتے تھے کہ ''تیر چلائے'' کبھی نہیں کہتے تھے کہ ''اس طرح تلوار ماری'' کبھی نہیں کہتے تھے کہ ''اس طرح خنجر چلایا'' تو فنکارانہ انداز میں مصائب پڑھے جا سکتے ہیں۔ البتہ یہ بھی بتا دوں کہ ''مداح حضرات'' جنہیں پہلے روضہ خوان کہا جاتا تھا جنہیں سننے کا اب کم ہی اتفاق ہوتا ہے لیکن بعض اوقات ''مداح حضرات'' سے مستفیض ہونے کا موقع مل جاتا ہے، یہ جو زور دیتے ہیں کہ بآواز بلند گریہ کیا جائے، یہ ضروری نہیں ہے، بے آواز بھی گریہ کیا جا سکتا ہے۔ جب سینہ زنی کرنا ہوتی ہے تو اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ آواز گریہ اتنے بڑے مجمع کی آواز گریہ نہیں ہے، اسی طرح جب سامعین صلوات پڑھتے ہیں تو بھی اصرار کرتے ہیں کہ یہ صلوات اتنی بڑی تعداد کی صلوات کی آواز نہیں ہے۔ صلوات کا مسئلہ یہ ہے کہ دل ہی دل میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ ان چیزوں کے ذریعے مجلس میں سماں باندھنا ضروری نہیں ہے۔ آپ ایسا کچھ کیجئے کہ سامعین کی ساری توجہ آپ کی جانب خود بخود مرکوز ہو جائے۔ جب سامعین کے دل آپ کے ہاتھ میں آ گئے تو سمجھئے کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ اب اگر سامعین آہستہ گریہ کرتے ہیں تو بھی مقصود حاصل ہے۔ سامعین نے آپ کی جانب توجہ مرکوز کی تو آپ کا مقصود حاصل ہو گیا۔ بنابریں ہماری آج کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ ''مداحی یا روضہ خوانی'' بہت باعظمت عمل ہے، بہت اہم عمل ہے، بہت موثر فن ہے، یہ جہاد فی سبیل اللہ کا نمایاں مصداق بن سکتا ہے۔ یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ہم میدان میں اترنے کے لئے آمادہ ہیں، یہ آمادگی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ کبھی فوجی جنگ ہوتی ہے تو کبھی انسان کو ایسے دشمن کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ثقافتی یلغار اور نرم جنگ کا ماہر ہے۔ یہ بھی ایک طرح کی جنگ ہے، اس کے اپنے تقاضے ہیں۔ آپ ''مداح'' حضرات کے لئے جہاد یہ ہے کہ اپنی موثر باتیں فنکارانہ انداز میں لوگوں کے

دلوں میں اتاریں۔ فنکارانہ انداز کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ آواز تو آپ سب کی اچھی ہے، جو اشعار آپ پڑھ رہے ہیں ان میں بعض اشعار اچھے نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ چند لوگوں کو یہ پسند آ جائیں لیکن مناسب یہ ہے کہ آپ کے اشعار میں متانت ہو آپ کے پیغام کے مطابق ہوں۔ یہ بھی بہت بنیادی نکتہ ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے طفیل میں آپ سب کو کامیاب کرے اور آپ کی زحمتوں کو درجہ قبولیت عطا کرے۔ پالنے والے! محمد وآل محمد کا صدقہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی برکتوں سے ہمارے ملک، ہمارے معاشرے اور ہمارے قلوب کو ہمیشہ معمور رکھ۔ پالنے والے! دنیا وآخرت میں ہمیں اس خاندان سے جدا نہ کرنا۔ پالنے والے! ہمیں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہ علیہ السلام ارواحنا فداہ کی دعاؤں سے مستفیض فرما۔ ہمیں دنیا وآخرت میں انہی برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ محشور فرما۔ پروردگارا! ہمارے شہدا اور ہمارے امام خمینی رحمت اللہ علیہ کو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ محشور فرما۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید علی خامنہ ای

20 جون 2010

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فاطمہ زہرا علیہا السلام انسانیت کی معراج

میں اسلام کے نام سے اپنی بات کا آغاز کرتا ہوں اور اسلام کے پیغام کو عظیم پیغام مانتا ہوں۔ اپنی خواتین پر مجھے فخر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی دعوی عمل کے مرحلے کے نزدیک پہنچ جاتا ہے تب اسے اس کی حقیقی اہمیت حاصل ہوتی ہے، ہم ایک طرف تو خواتین کے مسئلے میں اور دوسری طرف علم و سائنس کے مسئلے میں جبکہ دوسرے پہلو سے انسانیت کی خدمت کے مسئلے میں خاص نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ ہمارا نقطہ نظر اسلام کے تناظر میں ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایک اچھے انسانی معاشرے میں عورتیں اس بات کی صلاحیت رکھتی ہیں اور انہیں اس کا موقع بھی ملنا چاہئے کہ، اپنے طور علمی، سماجی، تعمیری اور انتظامی شعبوں میں اپنی کوشش اور بھرپور تعاون کریں۔ اس زاوئے سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے۔ ہر انسان کی تخلیق کا مقصد پوری انسانیت کی تخلیق کا مقصد ہے، یعنی انسانی کمال تک رسائی ایسی خصوصیات اور صفات سے خود کو آراستہ کرنا جن سے ایک انسان آراستہ ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کی سب سے واضح علامت پہلے مرحلے میں تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ذات باصفات ہے اور اس کے بعد انسانی تاریخ کی دیگر عظیم خواتین کا نام لیا جا سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام آسمان انسانیت آفتاب کی مانند ضوفشاں ہیں کوئی بھی ان سے بلند و برتر نہیں ہے، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آپ نے ایک مسلمان خاتون کی حیثیت سے اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کی کہ خود کو انسانیت کی اوج پر پہنچا دیں۔ لہٰذا مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں جب اچھے اور برے انسانوں کی مثال دی ہے

تو عورت اور مرد دونوں سے متعلق مثال پیش کی ہے۔ ایک جگہ فرعون کی بیوی کا تذکرہ فرمایا ہے تو دوسرے مقام پر حضرت لوط اور حضرت نوح کی بیویوں کا ذکر فرمایا ہے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ

اور مومنوں کے لئے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی۔ [1]

اس کے مقابلے میں برے انسانوں کے لئے حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کی مثال دی ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ تاریخ میں عورت کے سلسلے میں جو غلط تصور قائم رہا اس کی اصلاح کرے۔ مجھے حیرت ہے کہ معدودے چند مثالوں کے علاوہ ایسا کیوں ہے؟ کیوں انسان نے مرد اور عورت کے مسئلے میں ہمیشہ غلط طرز فکر اختیار کیا اور اس پر وہ مصر رہا۔ آپ انبیا کی تعلیمات سے ہٹ کر دیکھیں تو عورتوں کے سلسلے میں جو بھی نظریات قائم کئے گئے ہیں ان میں مرد اور عورت کا مقام حقیقت سے دور ہے اور مرد و عورت کے درمیان جو نسبت بیان کی گئی ہے وہ بھی غلط ہے۔ حتیٰ بہت قدیمی تہذیبوں میں بھی جیسے کہ روم یا ایران کی تہاذیب ہیں، عورت کے سلسلے میں جو تصور اور نظریہ ہے درست نہیں ہے۔ میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا، آپ خود ہی اس سے واقف ہیں اور خود جائزہ لے سکتے ہیں۔ آج بھی دنیا کی وہی حالت ہے۔ آج بھی عورتوں کی حمایت کے بڑے بڑے دعوے اور اس کی ذات کے انسانی پہلو پر تاکید کے نعروں کے باوجود عورتوں کے سلسلے میں جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ چونکہ یورپی ممالک، مسلم ممالک کی مقابلے میں ذرا تاخیر سے اس بحث میں شامل ہوئے ہیں اس لئے خواتین کے مسئلے میں ذرا دیر سے جاگے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے دوسرے عشرے تک یورپ میں کہیں بھی کسی بھی خاتون کو اظہار رائے کا حق نہیں ہوتا تھا جہاں جمہوریت تھی حتیٰ وہاں بھی عورت کو اپنا مال خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا تھا۔ بیسوی

[1] سورۂ التحریم:۱۱

صدی کے دوسرے عشرے سے یعنی 1916 یا 1918 سے رفتہ رفتہ یورپی ممالک میں فیصلہ کیا گیا کہ عورتوں کو بھی اپنے سرمائے کے سلسلے میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کا اختیار دیا جائے اور وہ سماجی امور میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل کرے۔ اس بنا پر یورپ بہت تاخیر کے ساتھ خواب غفلت سے جاگا اور بڑی دیر میں وہ اس مسئلے کو سمجھا اور اب ایسا لگتا ہے کہ وہ کھوکھلے دعوؤں کا سہارا لیکر اپنے اس پسماندگی کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ یورپ کی تاریخ میں کچھ ملکہ اور شہزادیاں گذری ہیں لیکن کسی ایک خاتون، ایک گھرانے، خاندان یا قبیلے کی عورتوں کا مسئلہ عورتوں کے عام مسئلے سے الگ ہے۔ تفریق ہمیشہ رہی ہے۔ کچھ عورتیں ایسی بھی تھیں جو اعلی مقام تک پہنچیں کسی ملک کی حاکم بن گئیں اور انہیں حکومت وراثت میں مل گئی، لیکن معاشرے کی سطح پر عورتوں کو یہ مقام نہیں ملا اور ادیان الہی کی تعلیمات کے برخلاف کہ جن میں اسلام کی تعلیمات سب سے زیادہ معتبر ہیں عورت ہمیشہ اپنے حق سے محروم رکھی گئی۔ آپ آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ مغرب کی مہذب دنیا، عورتوں کے سلسلے میں اپنی شرمناک پسماندگی کی تلافی کرنے کے در پے ہے اور اس کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ عورتوں کے انسانی پہلو کو سیاسی، اقتصادی اور تشہیراتی مسائل کی نذر کر دیتے ہیں۔ یورپ میں روز اول سے ہی یہ صورت حال رہی۔ اسی وقت سے جب خواتین کو ان کے حقوق دینے کے مسئلہ اٹھا، انہیں غلط معیاروں کا انتخاب کیا گیا۔ جب ہم دنیا کے فکری اور نظریاتی نظام پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر اسلام کی تعلیمات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ انسانی معاشرہ اسی صورت میں خواتین کے مسئلے میں اور مرد اور عورت کے رابطے کے تعلق سے مطلوبہ منزل تک پہنچ سکتا ہے، جب اسلامی تعلیمات کو من وعن قبول کرے اور بغیر کسی کمی بیشی کے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔ دنیا میں عورت کے تعلق سے ہمارا یہ خیال ہے۔ آج کی دنیا پرست تہذیبوں میں عورتوں کے سلسلے میں جو رویہ اختیار کیا جا رہا ہے ہم اس سے ہم متفق نہیں ہیں اسے ہم عورتوں کے لئے سودمند اور معاشرے کے لئے مناسب نہیں

سمجھتے۔اسلام چاہتا ہے کہ،خواتین،فکری،علمی،سیاسی اور سب سے بڑھ کر روحانی اور اخلاقی کمال کو پہنچیں۔ان کا وجود معاشرے اور انسانی برادری کے لئے بھر پور انداز میں ثمر بخش ہو۔حجاب سمیت اسلامی تعلیمات کی بنیاد یہی ہے۔حجاب،خواتین کو الگ تھلگ کر دینے کے لئے نہیں ہے۔اگر کوئی حجاب کے سلسلے میں ایسا نظریہ رکھتا ہے تو یہ بالکل غلط اور گمراہ کن نظریہ ہے۔حجاب در حقیقت معاشرے میں عورتوں اور مردوں کی جنسی بے راہ روی کو روکنے کے لئے ہے کیونکہ یہ صورت حال دونوں بالخصوص عورتوں کے لئے بہت خطرناک ہے۔حجاب کسی بھی طرح سیاسی،سماجی اور علمی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہیں ڈالتا اس کی زندہ مثال خود آپ لوگ ہیں۔شائد کچھ لوگ حیرت میں رہے ہوں یا آج بھی حیرت زدہ ہوں کہ کسی بلند علمی مقام پر فائز کوئی خاتون اسلامی تعلیمات بالخصوص حجاب کی پابند ہو۔یہ بات کچھ لوگوں کے لئے نا قابل یقین تھی اور وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔شاہ کی طاغوتی حکومت کے زمانے میں پردے کا مذاق اڑانے والوں کے ناروا سلوک کا تذکرہ تو چھوڑیں۔ اس زمانے میں یونیورسٹی میں بہت کم خواتین اور لڑکیاں با حجاب تھیں کہ جنہیں تمسخر اور استہزا کا شانہ بنایا جاتا تھا،ہمارے اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں عورتوں نے مرکزی کردار ادا کیا اور ان غلط نظریات پر خط بطلان کھینچ دیا۔ہم نے مشاہدہ کیا کہ کس طرح خواتین نے انقلاب کے لئے بنیادی کردار ادا کیا اس میں میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں کر رہا ہوں۔ہم نے انقلاب کے دوران دیکھا کہ ہمارے ملک میں خواتین نے ہراول دستے کی ذمہ داری سنبھالی۔اگر خواتین نے اس انقلاب کو قبول نہ کیا ہوتا اور اس سے انہیں عقیدت نہ ہوتی تو یہ انقلاب کامیابی سے ہمکنار نہ ہو پاتا۔مجھے یقین ہے کہ اگر خواتین نہ ہوتیں تو انقلابیوں کی تعداد خود بخود نصف ہو جاتی دوسری بات یہ ہے کہ ان کی عدم موجودگی کہ ان کے فرزندوں بھائیوں اور شوہروں پر بھی اثر پڑتا گھر کے ماحول پر اثر پڑتا کیوں کہ خواتین گھر میں اپنا خاص انداز رکھتی ہیں۔خواتین کا بھر پور تعاون تھا جس کے نتیجے میں دشمن کی کمر ٹوٹ گئی اور ہماری تحریک آگے بڑھی۔سیاسی شعبے میں بھی ہم نے خواتین کو دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں،

وہ مسائل کے حل میں خاص صلاحیتوں سے آراستہ ہیں اور اسلامی نظام میں اہم ذمہ داریاں ادا کرنے پر قادر۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ علمی میدان میں بھی، خواتین کی پیش رفت کا مصداق آپ خود ہیں اسی طرح آپ کی بہنیں ہیں جو دیگر شعبوں میں مشغول ہیں۔ ہمارے معاشرے میں علم کے مختلف موضوعات کی تعلیم جو معاشرے کی تعمیر کے لئے لازمی ہے ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔ آج تحصیل علم سماجی ذمہ داری ہونے کے ساتھ ہی شرعی فریضہ بھی ہے۔ تحصیل علم صرف ذاتی خصوصیت نہیں ہے کہ جس کے سہارے کوئی شخص کسی خاص مقام پر پہنچ جائے اور اسے اچھی آمدنی ہونے لگے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو افراد تحصیل علم پر قادر ہیں ان کے لئے تحصیل علم واجب ہے اسپشلائزیشن واجب ہے۔ بقیہ موضوعات کی مانند میڈیکل سائنس کی تعلیم مردوں کی لئے واجب ہے تو عورتوں کے لئے اس سے بڑھ کر واجب ہے۔ کیوں کہ معاشرے میں خواتین کے مقابلے میں کام کے مواقع محدود ہیں۔ ہمارے پاس خاتون ڈاکٹروں کی کمی ہے اس بنا پر اسلام کے نقطہ نظر سے یہ مسئلہ حل شدہ ہے اور ہمارے معاشرے کے لئے ترقی ضروری ہے۔

آپ اپنا عملی پیغام دنیا کو دیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ خواتین کے پاس دنیا کے لئے پیغام ہے۔ اس پیغام کو منظم شکل دیں اور دنیا کے سامنے پیش کریں۔ پیغام صرف تحریری اور زبانی نہیں ہے، بلکہ عملی پیغام ہے۔ ایرانی خواتین بالخصوص وہ خواتین جنہوں نے اسلام کے تناظر میں اور اسلامی احکامات پر عمل آوری خاص کر حجاب کی پابندی کے ساتھ، مختلف علمی میدانوں میں پیش رفت کی ہے، دنیا کی طالبات کو عملی پیغام دیں کہ علم اور سائنس کا مطلب بے راہ روی نہیں ہے سائنس کا مطلب مرد اور عورت کے درمیان رابطے میں اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان اصولوں پر عمل آوری کے ساتھ ساتھ تعلیم جاری رکھی جا سکتی ہے اور اعلی علمی مدارج پر پہنچا جا سکتا ہے۔ آپ کا وجود اسلامی کے عالمی پیغام کا مظہر اور مصداق ثابت ہوسکتا ہے۔ میں آپ کی اس بات سے متفق ہوں کہ دنیا ادیان کا پیغام سننے کے لئے بیتاب ہے۔ آسمانی ادیان میں جو دین و دنیا کو

معاشرے کو سنوار دینے کی صلاحیت رکھنے کا دعوی کرتا ہے وہ اسلام ہے۔عیسائیت اور دیگر ادیان اس وقت یہ دعوی نہیں کر رہے ہیں لیکن اسلام اس کا دعویدار ہے کہ اس کے پاس ایک آئیڈیل معاشرے کی تشکیل کی بنیادیں اور ضروری عناصر موجود ہیں وہ ان بنیادوں اور ستونوں کے سہارے ایک مثالی سماجی نظام اور معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔ہمیں چاہئے کہ تمام شعبوں میں بالخصوص علم ودانش کے شعبے میں اور خواتین کے تعلق سے یہ ثابت کریں کہ اسلام میں اس کی صلاحیت ہے۔

والسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ

سید علی خامنہ ای

02 فروری 2008

دانشور، مفکرین اور اہل فن سے خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب سے پہلے تو میں صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت اور اسی طرح آپ کی پاکیزہ نسل سے تعلق رکھنے والی شخصیت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے یوم پیدائش کی مناسبت سے منعقدہ محفل عشق و مودت میں تشریف فرما تمام بھائیوں اور بہنوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان دوستوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے فن اور پروگراموں کے ذریعے ہمیں جام عشق اہل بیت سے سیراب کیا، کیا دلچسپ ادائگی، شعرا کی کیا خوب طبع آزمائی ؟! (واقعی قابل تحسین ہے)

اہل بیت علیہم السلام کی محبت کی وادی واقعی جوہر فن کی نمائش کی بڑی مناسب وادی ہے، اس نورانی فضا میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی محبت کے جذبے اور ذوق وفن کے اظہار کا واقعی بہت موزوں اور برمحل ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، اللہ تعالی کا ''پرمعنی کلام'' ہیں۔ آپ کا وجود ایک بحر بیکراں ہے۔ باذوق افراد، دانشور، مفکرین اور اہل فن اس وادی میں جتنا زیادہ فکری سیر کرتے ہیں، (معرفتوں کے) اتنے ہی موتی ان کی جھولی میں آتے جاتے ہیں۔ البتہ ہماری سفارش یہ ہے کہ اس بحر مواج میں اترنے کے لئے اہل بیت اطہار کی احادیث اور فرمودات کا سہارا لیا جائے۔

جیسا کے ایک صاحب نے اپنے اشعار میں بھی اس نکتے کی جانب اشارہ کیا کہ اس خاندان کی معرفت کا راستہ خود اسی خاندان کے پاس ہے۔ ہمیں انہی سے رہنمائی حاصل کرنی ہے۔ انہی کو اپنا رہنما اور ہادی قرار دینا ہے اور اسی تناظر میں غور وفکر کے ذریعے

گہرے معنی کو سمجھنا ہے۔ ہمارے شعرا اور اہل بیت اطہار کے مداحوں کو یہ افتخار حاصل ہے کہ احادیث و روایات سے رجوع کریں، ان میں غور و فکر کریں، اہل بصیرت اور علما سے مدد لیں پھر اپنے ذوق و فن، موشگاف نظر، دلکش آواز اور گلے کو اہل بیت اطہار کی خدمت سے مشرف کریں۔ یہ بہترین اور عظیم عمل ہے۔

انوار مقدسہ کی مدحت اور اہل بیت اطہار کی قصیدہ خوانی کے بارے میں ان محفلوں میں میں نے بہت کچھ عرض کیا ہے۔ کہی ہوئی باتیں نہیں دہراؤں گا بس اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے ہیں لوگوں سے رابطے کے سلسلے میں فن و ہنر کا کردار زیادہ واضح ہوتا جاتا ہے۔ مخاطب افراد کے ذہن و دل سے رابطے کے موثر ترین اور کارآمد ترین وسیلے یعنی فن کا کردار۔ آج جس کے پاس عوام کے لئے کچھ پیغام ہے، خواہ وہ الٰہی پیغام ہو یا شیطانی پیغام (اسے لوگوں تک پہنچانے کے لئے) سب سے بہترین وسیلہ جو اختیار کیا جاتا ہے وہ فن و ہنر کا وسیلہ ہے۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ فن کے استعمال سے آج بے بنیاد ترین باتیں بھی عوام کے سامنے وہی منزل کے طور پر پیش کر دی جاتی ہیں، ظاہر ہے کہ اگر فن کا استعمال نہ ہو تو یہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن فن اور ہنر کے سہارے یہ کام انجام پا رہا ہے۔ آپ سنیما کو دیکھئے، ایک فن اور ہنر ہے۔ ٹیلی ویژن فن و ہنر کی چیز ہے۔ انواع و اقسام کے ہنر اور فن استعمال کئے جاتے ہیں تاکہ غلط بات کو حقیقت کا لبادہ پہنا دیا جائے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فن و ہنر کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں اور شیعوں کو جو ایک افتخار حاصل ہے، جو کسی اور قوم اور ملت کے پاس اس انداز میں نہیں ہے وہ ہمارے یہی اجتماعات، محفلیں اور مجلسیں ہیں جن میں ہم آمنے سامنے بیٹھتے ہیں۔ یہ چیز دنیا کے دیگر ادیان اور خطوں میں بہت کم نظر آتی ہے۔ یہ چیز ہے لیکن اس وسیع پیمانے پر اس انداز میں نہیں ہے۔ نہ تو اس کا اثر اتنا ہے اور نہ ہی اس میں اتنے اہم موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔ آپ فرض کریں کہ جو افراد قرآن کی زبان سے آشنا ہیں، سامعین کے روبرو قرآن کریم کی آیات کی اچھی آواز میں تلاوت کرتے ہیں، تو اس کی تاثیر بہت زیادہ ہوتی ہے۔

مداحوں کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ اعلی مفاہیم اور مضامین کو مخاطب کے دل کی گہرائیوں تک پہنچانے کے لئے فن و ہنر کا استعمال یہی ہے۔ یہ بہت با ارزش ذریعہ ہے کتنا موثر طریقہ ہے! یہ فن اتنا اہم ہے کہ کبھی کبھی اس کی اہمیت خود مضمون کی مانند ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو مضمون، دلوں میں نہیں اتارا جا سکتا۔ آپ (شعرا) کی قصیدہ خوانی اسی زمرے میں آتی ہے۔

فن کے جتنے جوہر دکھائے جائیں جتنی اچھی آواز اور خوش الحان گلے کا استعمال کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ ہمارا موضوع اور مضمون جتنا سبق آموز ہوگا، مخاطب کے لئے اسے سمجھنا اتنا ہی آسان ہوگا۔ سبق آموز سے مراد یہ ہے کہ اس میں جتنی جدت اور جاذبیت ہوگی اس کی ارزش اور اہمیت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ البتہ یہ عمل جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تعلیمات اہل بیت پیغمبر کے تناظر میں انجام پانا چاہیئے۔ مدح سرائی کو سطحی باتوں تک محدود کر دینا اس کی ظاہری شکل کو نصب العین بنا لینا یا کسی مغربی دھن کی تقلید، یہ سب ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اس پر پوری توجہ رہنی چاہئے۔ بالخصوص نوجوان جو اس وادی میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ عام فہم اور سادہ زبان میں شعر پڑھا جائے لیکن اس کے معنی بلند ہونے چاہئیں۔ اب اگر اہل بیت کی مدح سرائی کرنے والے کسی شخص نے مغربی موسیقی کی تقلید شروع کر دی جو لہو ولعب کا ذریعہ ہے اور جس کے ماہرین شیطانی بے خودی کا شکار ہیں، تو یہ ہرگز مناسب نہیں ہے، یہ شائستہ فعل نہیں ہے۔

ایک اور نکتہ جس کے سلسلے میں میں ہمیشہ یاددہانی کراتا رہتا ہوں، یہ ہے کہ ایسے مضامین پیش کیجئے جو آپ کے مخاطب کے لئے مفید ہوں۔ مثلا کوئی ایسی منقبت ہو جس کے معنی عوام درک کر سکتے ہوں یا اہل بیت اطہار کی فضیلت کا کوئی گوشہ ہو جس سے ایمان و عقیدے میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں شعرا کن باتوں پر توجہ دیتے تھے۔ دعبل کے اشعار، کمیت کے اشعار، فرزدق کے اشعار، وہ اشعار جن کی اہل بیت اطہار نے بھی تعریف کی ہے ان میں کن باتوں پر تاکید کی گئی

ہے۔ آپ غور کریں گے تو نظر آئے گا کہ ان اشعار میں یا تو دلیل اور خوبصورت شعری پیرائے میں اہل بیت کی حقانیت کا استدلال نظر آئے گا جیسے کے دعبل کے اشعار یا پھر ان میں اہل بیت اطہار کے فضائل کا تذکرہ ہوگا جیسا کہ یہاں حاضر شعرا کے اشعار میں نظر آیا، یعنی ''ھل اتی'' کی جانب اشارہ، واقعہ مباھلہ کی جانب اشارہ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے سلسلے میں پیغمبر اسلام کے اقوال اور احادیث کی جانب اشارہ، یا ان عظیم ہستیوں کی زندگی سے ملنے والے سبق کی جانب اشارہ جس کا واضح اور ہمارے زمانے سے قریب کا نمونہ، تحریک انقلاب کے دوران 1977 اور 1978 کے محرم کے مہینوں میں شعرا، قصیدہ گو حضرات اور مداحوں کی زبانوں پر نظر آیا۔ ماتمی دستے بازاروں میں اور سڑکوں پر سینہ زنی اور نوحہ خوانی کرتے تھے لیکن سننے والے اسی سے سمجھ جاتے تھے کہ انہیں آج کیا کرنا ہے۔ آج کس سمت میں حرکت کرنا ہے۔ جب آپ اپنے فن، اپنی آواز اور اپنے اشعار کو ان مضامین کے لئے استعمال کریں گے تو آپ کی یہ کاوش یا تو اہل بیت اطہار کی حقانیت کے اثبات، یا ان ذوات مقدسہ کے فضائل کے اظہار یا پھر تعلیمات اہل بیت کے افہام و بیان کے مقصد کے تحت ہوگی اور اس سے آپ کے مخاطب کے لئے راہ زندگی کے تعین میں مدد ملے گی، اس صورت میں آپ کی اس کاوش کو بلندترین درجہ حاصل ہوگا۔

یہ صرف جذبات کو ابھارنے کا مسئلہ نہیں ہے۔ ذہنوں کی رہنمائی کا مسئلہ ہے۔ بڑی خوشی ہوتی ہے جب میں اس جلسے یا عزاداری کے پروگراموں اور دیگر مناسبتوں پر شعرا اور مداحوں کو سنتا ہوں۔ الحمد للہ حالیہ برسوں میں (مذکورہ نکات پر) توجہ دی جا رہی ہے، البتہ یہ وادی بہت وسیع ہے۔ آپ نوجوان اچھی آواز کے مالک ہیں، آپ کا بیان بہت اچھا اور آپ کے پروگرام بہت دلچسپ ہیں، آپ کو اسلامی معاشرے کی عصری ضروریات پر نظر رکھنی چاہئے۔ گوناگوں سیاسی اور ثقافتی حملوں، گمراہ کن پروپیگنڈوں اور تشہیراتی مہم کے طوفان میں ہماری نوجوان نسل اور ہماری قوم کو امید بخش نظریات، مستقبل کے تعلق سے اطمینان اور نشاط خاطر اور راہ حق کی شناخت کی کتنی شدید ضرورت ہے۔ یہ کام

ہر کسی کو کرنا چاہئے۔ ہر شخص اپنے انداز سے (یہ کام انجام دے)۔ اس میدان میں آپ کا بڑا کردار ہے۔ اساتذہ، اور کہنہ مشق شعرا بہت موثر تعاون کر سکتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ انشاءاللہ یہ کام انجام پائے گا۔

ایک اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہم انقلاب کی موجودہ صورت حال کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں۔ اپنے بیان اور تقاریر کے ذریعے ہمیں اپنے تاثرات اور نظریات دوسروں تک منتقل کرنا چاہئے۔ دوستو! اسلامی انقلاب صرف تاریخ ایران کا ایک واقعہ نہیں ہے۔ یہ عالمی تاریخ اور پورے انسانی معاشرے کا بہت اہم واقعہ ہے۔ اس نکتے پر میں خصوصی تاکید کرتا ہوں۔ یہ کوئی نعرہ نہیں بلکہ ایک حقیقت کا حقیقت پسندانہ جائزہ ہے۔ یہ واقعہ تاریخ انسانیت کا اہم واقعہ ہے۔ جیسے جیسے زمانہ گزرے گا یہ حقیقت عیاں ہوتی جائے گی۔ اسے بس اتنی سی بات نہ سمجھئے کہ ایک ملک میں طاغوتی حکومت تھی جس کا خاتمہ ہوا اور ایک اسلامی نظام نے اس کی جگہ لے لی۔ یہ تبدیلی بھی ہوئی لیکن یہی سب کچھ نہیں تھا۔ صدیوں سے انسانی معاشرے کو زندگی، ہستی اور کائنات کے سلسلے میں مادی نقطہ نگاہ اور مادی نظریئے کی جانب کھینچا جا رہا ہے۔ آج بھی یہ کوشش جاری ہے۔ اس طاقتور رجحان اور موج کے سامنے، جسے پوری مادی طاقت سے آگے بڑھایا جا رہا تھا اسلامی انقلاب آن کھڑا ہوا۔ انقلاب نے اس کا راستہ روکا۔ انقلاب نے معنویت اور روحانیت کا پرچم بلند کیا۔ انقلاب نے پوری طاقت سے آگے بڑھنے والی اس موج کو کمزور کر دیا۔ نتیجتاً آج آپ انہی ممالک میں جو مادیت میں ڈوبے ہوئے تھے روحانیت اور معنویت کی پو پھٹنے کا حسین منظر دیکھ رہے ہیں۔ معنویت مختلف شکلوں میں سامنے آئی ہے۔ وہاں کی نوجوان نسل میں روحانیت کی طلب، روحانیت سے عشق اور روحانیت کی جانب رجحان واضح طور پر محسوس کیا جا رہا ہے۔ اب اگر اس رجحان کو صحیح سمت نہ دی گئی تو ممکن ہے کہ انحراف کی صورت پیدا ہو جائے۔ لوگ معنویت کے نام پر خرافات کا شکار ہو جائیں۔ اب ان حالات میں اگر مادیت میں غرق مغربی سماج میں اسلام اور اہل بیت اطہار کی تعلیمات کو متعارف کرایا

جائے تو یقینی طور پر لوگ ان پر غور کریں گے اور انہیں قبول کریں گے۔ آج یہ چیز دنیا میں بالکل واضح ہو چکی ہے۔ یہ جو اسلام کی شان میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو نشانہ بنایا جا رہا ہے تو بقول مولانا:

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسی بر طینت خود می تند

یعنی اپنی اس حرکت سے وہ درحقیقت اپنی بد طینتی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ یہ نام دنیا کا احاطہ کرتا جا رہا ہے۔ اس نام کے اثرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کی جانب نوجوانوں کے دل کھنچے چلے آتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سامراجی نظام چلانے والے سراسیمہ ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے مہروں کو ہر روز ایک نئے انداز سے ردعمل ظاہر کرنے کی ہدایت کرتے ہیں جس سے ان کی شکست اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ تو یہ رہا معنوی اور روحانی پہلو۔

سیاسی زاویئے سے دیکھا جائے تو جب سے دنیا میں سامراجیت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، یعنی انیسویں صدی میں تقریبا دو سو سال قبل سے رفتہ رفتہ یہ سلسلہ شروع ہوا کہ جو ممالک دیگر ممالک کے امور میں مداخلت کرنے کی طاقت رکھتے تھے انہوں نے مداخلتیں شروع کیں۔ سامراجی نظام معرض وجود میں آیا اور دنیا تسلط پسند اور مستضعف ممالک میں تقسیم ہو گئی۔ آپ کے اسلامی انقلاب نے اس عمل کا مقابلہ کیا جو دنیائے سیاست کی فطری بات کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔ یہ جو آج آپ دنیا کے بہت سے ممالک میں امریکہ مردہ باد کے نعرے سنتے ہیں، یہ نئی تبدیلی ہے، ملت ایران کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ یہ چیز پہلے نہیں تھی۔ آج جو اسلامی ممالک ہی نہیں یورپی ممالک تک میں امریکی سیاست کو نفرت انگیز سیاست اور امریکی حکام کو منفور ترین سیاستدان قرار دیا جانے لگا ہے، اس کا موجب ملت ایران کی تحریک ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ (اسلامی انقلاب نے) پہلے تو سامراجی طاقتوں کی ناک رگڑ دی اور پھر پورے سامراجی نظام کو للکارا کہ امریکہ یا دیگر ممالک کو کیا حق پہنچتا ہے کہ کمزور اور مستضعف ممالک سے دھمکی آمیز لہجے میں گفتگو کریں؟

خود ہمارے ملک ایران میں طاغوتی دور کے روسیاہ حکام اس وقت تک کوئی اہم فیصلہ نہیں کرتے تھے جب تک ایران میں متعین امریکی اور برطانوی سفیر سے مشورہ نہیں کر لیتے تھے، کیوں؟ ایک قوم جو مادی و معنوی صلاحیتوں اور ثقافتی خزانوں سے سرشار ہے آخر کیوں کسی غیر کی تابع رہے؟ کیوں کا سوال سب سے پہلے اسلامی انقلاب نے اٹھایا۔ تو عالمی سطح پر اسلامی انقلاب نے سیاسی اور معنوی لحاظ سے یہ دو تبدیلیاں کیں۔ اور بھی بہت سے نمونے ہیں لیکن ان کی تفصیلات میں جانے کا وقت نہیں ہے۔

یہ کار بزرگ انجام پایا اور اس کے ساتھ ہی دشمنیاں بھی شروع ہو گئیں۔ تصادم کا سلسلہ بھی چل پڑا۔ دشوار ترین حالات میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت انگیز قیادت نے تحریک کی کامیابی کے ساتھ حفاظت کی اور اسے آگے بڑھایا۔ ملت ایران اور اس سرزمین کے نوجوان حقیقی معنی میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے سیراب ہوئے۔ ان باتوں کو دل و جان سے قبول کیا، اسے سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ لوگوں کو ورغلانے اور منحرف کرنے کی بڑی کوششیں ہوئیں، ان کے عقیدے اور یقین کو بدلنے کی سازشیں ہوئی لیکن اب تک سب بے سود رہیں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی لا حاصل ہی رہیں گی۔ یہ تحریک آگے بڑھتی جا رہی ہے اور دشمنیاں بھی مختلف شکلوں میں جاری ہیں۔ ہماری مثال اس دوڑنے والے کی ہے جو اپنی منزل کی سمت بڑھ رہا ہے لیکن کچھ لوگ یہ نہیں چاہتے اس لئے مسلسل راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے رہتے ہیں، دوڑنے والا رکاوٹیں پھلانگ جاتا ہے تو اس پر پتھر برساتے ہیں، اس کی سرزنش کی جاتی ہے۔ بار بار کہتے ہیں کہ مت جاؤ، کیا تمہیں خوف نہیں آتا، اس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ لیکن دوڑنے والا ہے کہ کسی کی بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں۔ زخم کھاتا ہے، درد برداشت کرتا ہے لیکن دوڑ جاری ہے۔ ملت ایران نے اب تک ایسے ہی دوڑنے والے چیمپین کے انداز سے پیش قدمی کی ہے۔

تو اس صورت حال میں، اسلامی اور انقلابی امنگوں اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کے عقید تمندوں اور اس قوم اور اس مل کے ہمدردوں کا کیا فریضہ بنتا ہے؟ سب کا

فریضہ ہے کہ ملت ایران کے لئے راستہ صاف کریں، سیاستدان اپنے انداز سے، حکام اپنے طور پر، علما اپنی روش کے مطابق، یونیورسٹیوں سے وابستہ دانشور اپنی سطح پر، روشن فکر افراد اپنے انداز میں اور دیگر طبقات بھی اپنے اپنے انداز میں۔ان میں ایک موثر ترین طبقہ مذہبی مقررین، قائدین اور اہل بیت اطہار کی محبت کا پرچم بلند کرنے والے عشاق کا ہے جو اہل بیت اطہار کی خوشی میں خوش اور غم میں غمزدہ ہو جاتے ہیں۔

آج اس کی ضرورت ہے کہ تمام افراد اپنے فریضے کو سمجھیں اور بخوبی دیکھیں کہ ہم کہاں ہیں۔بعض افراد ہیں جو غفلت کا شکار ہیں وہ سمجھ ہی نہیں پا رہے ہیں کہ ہم کتنے آگے پہنچ چکے ہیں؟! وہ نہیں سمجھتے کہ ابھی کتنا طولانی سفر باقی ہے۔نہیں سمجھتے کہ ہمارا دشمن موجود ہے۔جو ہماری غفلت، سستی اور اختلاف سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔اس سلسلے میں میرا خطاب خاص طور پر سیاسی اور ثقافتی میدان کی اہم شخصیات سے ہے۔انہیں اپنی باتوں کے سلسلے میں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔اتحاد و اتفاق رائے جو تمام کامیابیوں کا راز ہے، آج ملک کو اس کی شدید ضرورت ہے۔ملک کے حکام واقعی بڑی محنت کر رہے ہیں۔زحمتیں برداشت کر رہے ہیں۔حکومت، حکام، مختلف اداروں کے ڈائریکٹر سب کو محنت کرنے کی ضرورت ہے۔اگر کوئی تنقید کرنا چاہتا ہے تو ایسا انداز نہ اپنائے کہ جس پر تنقید کی جا رہی ہے اس کا حوصلہ ہی ٹوٹ جائے۔اختلافات کی جڑ نفسانی خواہشات ہیں۔اگر کسی متنازعہ اور تفرقہ انگیز فعل کے سلسلے میں کہا کہ یہ میں نے اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے انجام دیا ہے تو آپ ہرگز اس بات پر یقین نہ کیجئے۔مومنین کے درمیان تفرقہ انگیزی کبھی بھی اللہ کی خوشنودی کا باعث نہیں ہو سکتی۔یہ تو شیطانی فعل ہے۔مومنین کے درمیان بغض و کینہ پیدا کرنا جس سے اختلافات کی فضا وجود میں آئی شیطانی عمل ہے، اللہ کی خوشنودی کا باعث نہیں بن سکتا۔الٰہی فعل تو لوگوں میں میل محبت پیدا کرتا ہے۔اگر کوئی شخص کسی فریضے کو انجام دے رہا ہے تو دوسروں کو چاہئے کہ اس کی مدد کریں تا کہ وہ کام کو بحسن و خوبی انجام دے سکے۔اگر اس میں کہیں کوئی کمزوری ہے تو اسے متوجہ کریں، لیکن اس کی حوصلہ شکنی نہ

کریں۔ جس شخص نے اپنے دوش پر علم سنبھالا ہے سب کو چاہیئے کہ اس کی مدد کریں، کوئی اس کا پسینہ خشک کر دے، تو کوئی اسے پنکھا جھلے، اگر محسوس ہو کہ وہ پرچم کو صحیح انداز میں بلند نہیں کر پا رہا ہے تو یہ مناسب نہیں ہے کہ اس پر وار کر کے علم اور علم اٹھانے والے دونوں کو زمیں بوس کر دیا جائے۔ اس کی مدد کرنی چاہیئے تا کہ جو کچھ کمی ہے دور ہو جائے۔ اس نکتے پر سب کو توجہ دینا چاہیئے بالخصوص ان افراد کو جو سیاسی، ثقافتی، مواصلاتی یا دیگر اہم شعبوں میں سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں۔

پروردگارا! تجھے محمد و آل محمد کا واسطہ ہمیں اہل بیت علیہم السلام کے دوستداروں، عقیدتمندوں اور ان کی منزلت سے آشناؤں میں قرار دے۔ ہمیں اسی ایمان وعقیدے کے ساتھ زندہ رکھ اور اسی ایمان وعقیدے کے ساتھ دنیا سے اٹھا۔ دنیا و آخرت میں ہمیں ان سے جدا نہ کرنا۔ پروردگارا! ہمارے فرائض ہمارے لئے آسان کر دے۔ جن چیزوں کے بارے میں تو ہم سے جواب طلب کرنے والا ہے ان کی انجام دہی کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ حضرت امام زمانہ (ارواحنا فداہ) کے قلب مبارک کو ہم سے راضی وخوشنود فرما۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید علی خامنہ ای

30 جون 2008

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁